حیاتِ امامِ اہلِ سُنّت

پروفیسر محمد مسعود احمد

مرکزی مجلسِ رضا لاہور

حیاتِ
امامِ اہلِ سُنّت

○

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

○

مرکزی مجلس رضا (رجسٹرڈ) لاہور

سلسلۂ مطبوعات مرکزی مجلس رضا لاہور نمبر ۵۸

کتاب ـــــ حیاتِ امامِ اہلِ سنّت

مصنّف ـــــ پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ناشر ـــــ مرکزی مجلس رضا، لاہور

اشاعت ـــــ اوّل

طباعت ـــــ ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ / اگست ۱۹۸۲ء

مطبع ـــــ محمود ریاض پرنٹرز لاہور

تعداد ـــــ دو ہزار

قیمت ـــــ دعائے خیر بحق معاونین مجلس رضا لاہور

طبع دوم ـــــ جنوری ۱۹۸۵ء ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

تعداد ـــــ چار ہزار

ملنے کا پتہ

مرکزی مجلس رضا (رجسٹرڈ) پوسٹ بکس نمبر ۲۲۰۶، لاہور

نوٹ: بیرونجات کے حضرات ایک روپیہ کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

پیشِ نظر مقالہ اگست ۱۹۷۹ء میں مکمل ہوا اور ۱۹۸۰ء میں حکومتِ پاکستان کے تحقیقی ادارے، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی (اسلام آباد) نے اپنے ماہنامے فکر و نظر میں تین اقساط (اپریل، مئی، جون ۱۹۸۰ء) میں شائع کیا ـــــ ملک کے طول و عرض میں اس کی پذیرائی ہوئی۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ قارئین کرام کے طلب و ذوق کو دیکھتے ہوئے یہ طے کیا کہ مقالے کو کتابی شکل میں شائع کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں مذکورہ ادارے سے رابطہ قائم کیا گیا۔ ڈاکٹر عبدالواحد ہالی پوتہ (ڈائریکٹر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی) اور ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی (مدیر "فکر و نظر") کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اجازت کے ساتھ ساتھ مقالے کی کتابت شدہ کاپیاں بھی بھیج دیں جب کہ وہ خود کتابی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

مرکزی مجلس رضا، لاہور نے اس کی اشاعت میں دلچسپی ظاہر کی۔ چناں چہ یہ کام اس کے سپرد کر دیا گیا۔ پاک و ہند میں مجلس ہی ایسا واحد ادارہ ہے جس نے سب سے پہلے ناساعد حالات کے باوجود امام احمد رضا سے متعلق صالح لٹریچر بلا قیمت پیش کیا اور پاک و ہند کے علاوہ مختلف ممالک میں متعارف کرایا۔ مجلس کے روحِ رواں مکرمی حکیم محمد موسیٰ امرتسری اہلِ علم کے شکریہ کے مستحق ہیں، مگر ؏

صلہ شہید کیا ہے تب و تابِ جاودانہ؟

امام احمد رضا کی سوانح پر متعدد حضرات نے قلم اٹھایا اور کتابیں لکھیں مثلاً مولٰنا محمد ظفر الدین بہاری، مولٰنا بدر الدین احمد رضوی، شاہ منا میاں قادری، سیّد حامد علی قادری، محمد صابر القادری، علامہ نور احمد قادری وغیرہ وغیرہ اور مقالات و مضامین لکھنے والوں کی تو ایک طویل فہرست ہے۔ "اشاریہ امام احمد رضا" کے عنوان سے ایک کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔

امام احمد رضا کی شخصیت کا ہر پہلو ایک تحقیقی مقالے کا مقتضی ہے شخصِ واحد کے بس کی بات نہیں کہ وہ ایک کتاب میں تمام پہلو سمیٹ لے۔ ایسی ہمہ گیر شخصیت کم از کم چودھویں صدی ہجری میں عالمِ اسلام میں نظر نہیں آتی۔

فکر و نظر اور علم و دانش میں وہ اپنے معاصرین پر بھاری نظر آتے ہیں۔ یہ حقائق دس سال تحقیق کے بعد معلوم ہوئے ورنہ خود راقم بھی بے خبر تھا ــــ مختلف محققین کام کر رہے ہیں۔ چنانچہ پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) سے امام احمد رضا کی فقاہت پر مولانا حسنین رضا خاں نے ڈاکٹریٹ کیا ہے۔ جبل پور یونیورسٹی (بھارت) سے ایک فاضلہ نعتیہ شاعری پر ڈاکٹریٹ کر رہی ہیں۔ سندھ یونیورسٹی (حیدر آباد) میں ایک اور فاضلہ امام احمد رضا کی شخصیت اور افکار پر ڈاکٹریٹ کر رہی ہیں ــــ نصف صدی گزر جانے کے بعد پاک و ہند کی جامعات کو یہ احساس ہوا ہے کہ جس کو انہوں نے بھلا دیا تھا، وہ یاد رکھنے کے قابل تھا۔ سندھ یونیورسٹی نے اپنے ہاں ایم۔ اے کے نصاب میں امام احمد رضا کے نعتیہ قصائد شامل کئے ہیں اور ایم اے کے پرچوں میں سوالات بھی آتے ہیں۔

پاک و ہند میں مختلف ادارے امام احمد رضا پر تحقیق کے سلسلے میں اپنی سی کوشش کر رہے ہیں مثلاً مرکزی مجلس رضا (لاہور)، رضا اکیڈمی (کراچی)، ادارۂ تحقیقات امام رضا (کراچی)، رضا ریسرچ سنٹر (علی گڑھ)، رضا اکیڈمی (رام پور)، ادارۂ اشاعت تصنیفات امام رضا (بریلی)، المجمع الرضوی (مبارک پور)، ادارہ المیزان (بمبئی) وغیرہ وغیرہ۔ اور مولانا محمد ابراہیم خوشتر (مبلغ اسلام) نے تو خوشخبری سنائی ہے کہ کراچی میں ایک وسیع و عریض رقبے پر رضوی سوسائٹی کی عمارت کا سنگِ بنیاد رکھا جا رہا ہے جہاں خالص علمی اور تحقیقی کام ہوگا۔ خدا کرے ایسا ہی ہو ــــ اگر یہ تمام ادارے آپس میں تعاون کریں تو کام کو بہت آگے بڑھایا جا سکتا ہے۔ امام احمد رضا کی شخصیت و افکار پر ادارہ تحقیقاتِ اسلامی کو توجہ دینی چاہیئے۔ اپنے ہاں شعبہ تحقیقاتِ رضا قائم کر کے ریسرچ اسکالرز کو تحقیق کے لیے عنوانات دینے چاہئیں اور نادر و نایاب تصانیف کی فراہمی کی پوری سعی کرنی چاہیئے ایسی شخصیت پر کام کرنا ملی فریضہ ہے جو ہم کو اسلام اور نظریۂ پاکستان سے قریب تر کر دے اور دل میں خود شناسی کا جوہر پیدا کر کے ملت کو زندہ و پائندہ بنا دے۔

اہل سنت کے علمی ادارے بہت کچھ کام کر سکتے تھے مگر مالی بحران کی وجہ سے بہت کم کام ہوا ہے۔ گزشتہ صدی میں بے شمار کتابیں اسی بحران کی وجہ سے شائع نہ ہو سکیں اور دورِ جدید کے قلم کاروں کی نگارشات بھی اس بحران کی وجہ سے منتظرِ طباعت ہیں تحقیق کے بعد یہ بات سامنے آئی کہ علمائے اہل سنت نے بکثرت کتابیں یادگار چھوڑی ہیں، شائع نہ ہونے کی وجہ سے مخالفین کو یہ پروپیگنڈہ کرنے کا موقع مل گیا کہ علمائے اہل سنت نے علمی میدان میں کچھ نہیں کیا۔ حال ہی میں مولنا محمد عبد الستار قادری کی تالیف مرآۃ التصانیف مولانا عبد الحکیم شرف صاحب کے فاضلانہ مقدمے کے ساتھ مکتبۂ قادریہ (لاہور) نے شائع کی ہے۔ اس میں تیرھویں اور چودھویں

صدی ہجری کے ۸۶۹ اہلِ سُنّت عُلما و دانشوروں کی تقریباً ۵۹۲۳ علوم و فنون پر تصانیف کی تفصیلات موجود ہیں۔ مزید تحقیق کی جائے تو یہ تعداد چھ ہزار تک پہنچ سکتی ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب اس خیال باطل کی تغلیط و تکذیب کرتی ہے کہ اہلِ سُنّت کے قلم کاروں نے بہت کم لکھا ہے۔ حقیقت میں اُنھوں نے بہت کچھ لکھا ہے۔ صرف امام احمد رضا کی تصانیف کی تعداد ہی ہزار سے متجاوز ہے۔ مگر ان میں سے بہت کم شائع ہوئی ہیں اس لئے اہل علم بے خبر ہے۔ اہلِ سُنّت کے متمول حضرات کو متوجہ ہونا چاہیئے اور علمی اداروں کی سرپرستی کرنی چاہیئے۔

اس وقت علومِ جدیدہ میں امام احمد رضا کی نگارشات پر کام کرنے کی سخت ضرورت ہے لیکن اکثر کتابیں عربی اور فارسی میں ہیں، جدید فضلاء کے لئے یہ ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ مگر یہ مسئلہ عُلما کے تعاون سے حل ہو سکتا ہے۔ اُن کو متوجہ ہونا چاہیئے۔ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (شعبۂ علوم اسلامی، اسلام آباد) کے پروفیسر ابرار حسین صاحب اور گورنمنٹ کالج آف سائنس، (فیصل آباد) کے ڈاکٹر صادق ضیا صاحب ریاضی میں امام احمد رضا کی نگارشات پر تحقیق کرنا چاہتے ہیں اور اول الذکر تو مصروفِ عمل ہیں ــــــ یہ حضرات اہلِ علم کی توجہ اور علمی اعانت کے مشتاق ہیں۔ تعاون کے سلسلے میں امام احمد رضا کے مخالفین بھی توجہ فرمائیں تو مناسب ہے کیوں کہ یہ ایک علمی خدمت ہے۔ مزید برآں اُن کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ جس شخص کو کم علم اور جاہل کہا گیا تھا وہ ایسا صاحبِ علم نکلا کہ دورِ جدید کے اہلِ علم اُس کی بعض نگارشات سمجھنے سے قاصر ہیں۔ ایسی نگارشات راقم کے پاس محفوظ ہیں جو علومِ عقلیہ سے متعلق ہیں۔

پیشِ نظر مقالے میں امام احمد رضا کی شخصیت و افکار کی بس ایک جھلک دکھائی گئی ہے اس کی تفصیل حیاتِ امام احمد رضا میں مطالعہ کی جا سکتی ہے جو سیالکوٹ (پاکستان) سے شائع ہوئی ہے۔ یہ مختصر سوانح اس لئے پیش کی گئی تاکہ ہمارے محققین و دانشور حقائق سے باخبر ہوں۔ پھر اپنی اپنی بساط کے مطابق امام احمد رضا کی فکر و شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر تحقیق کا آغاز کریں اور دُنیا کو دکھائیں کہ عالمِ اسلام اب بھی ایسے عبقریوں سے خالی نہیں جو علم و دانش کے لئے باعثِ افتخار ہیں ــــــ اللہ تعالیٰ ہم کو سلف صالحین کی سیرتوں کو اجاگر کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ آنے والی نسلیں تاریک راہوں میں چراغ روشن کر سکیں اور دربدر بھٹکتی نہ پھریں۔ آمین یا رب العالمین بجاہِ سیّد المرسلین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم۔

۲۷۔ ربیع الاول ۱۴۰۱ھ

احقر محمد مسعود احمد عُفی عنہ

۲۔ فروری ۱۹۸۱ء

فہرس

①

②

③

④

۵

عربی، فارسی اور اُردو شاعری ——— فصاحت و بلاغت ——— دیوان حدائقِ بخشش ———

قصیدہ چراغ انس ——— قصیدہ مشرقستان قدس ——— ترجمہ منظوم قصیدہ غوثیہ ———

قصیدہ آمال الابرار ——— شرح شعرِ سودا ——— شاعری پر مقالات ———

۶

وفات ——— اولاد ——— خلفاء ——— تلامذہ ——— معیارِ تحقیق ———

چند قلمی تصانیف ——— تعداد کُل تصانیف ———

۷

مشرق و مغرب میں احمد رضا پر کام کی رفتار ——— پاکستان ——— ہندوستان ———

مصر ——— امریکہ ——— ہالینڈ ——— انگلینڈ ———

امام
احمد رضا خاں بریلوی

۱۲۷۲ھ / ۱۸۵۶ء تا ۱۳۴۰ھ / ۱۹۲۱ء

محمد مسعود احمد

(ا)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی نسباً پٹھان ، مسلکاً حنفی ، مشرباً قادری اور مولداً بریلوی تھے ، آپ کے والد ماجد مولوی نقی علی خاں (۱) (م - ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء) اور جد امجد مولوی رضا علی خاں (۲) (م - ۱۲۸۲ھ / ۱۸۶۶ء) اپنے عہد کے ممتاز علماء میں شمار کئے جاتے تھے ۔ مولانا بریلوی نے اپنے نعتیہ دیوان حدائق بخشش (۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء) میں ان دونوں کا اس طرح ذکر کیا ہے ؂

احمد ہندی رضا ابن نقی ابن رضا (۳)

مولانا احمد رضا خاں ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء کو بریلی (بھارت) میں پیدا ہوئے (۴) ۔ اپنے والد ماجد اور دوسرے اساتذہ سے علوم منقول ، معقول کی تحصیل

---

۱ ، ۲ - تفصیلی حالات کے لئے مندرجہ ذیل مآخذ سے رجوع کریں :

(ا) - رحمان علی : تذکرۂ علمائے ہند ، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۱ھ / ۱۹۶۱ء ص ۹۸ ، ۱۹۳ ، ۵۲۱

(ب) - ظفر الدین بہاری : حیات اعلیٰ حضرت (۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء) ، جلد اول ، مطبوعہ کراچی ص ۲-۹

(ج) - محمود احمد قادری : تذکرۂ علمائے اہل سنت مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء ، ص ۸۸ ، ۲۵۱

۳ - احمد رضا خاں : حدائق بخشش ، مطبوعہ کراچی ، ص ۵۰

۴ - ظفر الدین بہاری : حیات اعلیٰ حضرت ، جلد اول ، ص ۱

کی، جن حضرات سے انہوں نے پڑھایا سندِ حدیث و فقہ حاصل کی ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں :-

۱ - شاہ آلِ رسول مارہروی[۵] (م - ۱۲۹۷ھ / ۱۸۷۹ء)

۲ - مولانا محمد نقی علی خاں[۶] (م - ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء)

۳ - شیخ احمد بن زین دحلان مکی[۷] (م - ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء)

۴ - شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی[۸] (م - ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء)

۵ - شیخ حسین بن صالح[۹] (م - ۱۳۰۲ھ / ۱۸۸۴ء)

۶ - مولانا عبدالعلی رام پوری[۱۰] (م - ۱۳۰۳ھ / ۱۸۸۵ء)

۷ - شاہ ابوالحسین احمد النوری[۱۱] (م - ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء)

۸ - مرزا غلام قادر بیگ[۱۲] (م - ۱۳۰۱ھ / ۱۸۸۳ء)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے جن علوم و فنون کی تحصیل اپنے اساتذہ اور ذاتی مطالعہ سے کی ان کی تعداد ۵۵ تک پہنچتی ہے ۔ یہ تمام تفصیلات مولانا بریلوی نے اُس عربی سندِ اجازت میں دی ہیں جو انہوں نے حافظ کتب الحرم شیخ اسمٰعیل خلیل مکی کو عنایت کی ۔ اس

(۵، ۶، ۷) ۔ احمد رضا خاں : سندِ اجازت بنام مولوی عبدالواحد (قلمی) مجریہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۰ھ مخزونہ قاری عبداللطیف ظہیر ، گڑھی کپورہ سرحد (پاکستان)

(۸) ۔ احمد رضا خاں : الاجازۃ المتینہ لعلماء بکۃ والمدینہ ، النسخۃ الاولیٰ ، مشمولہ رسائل رضویہ جلد دوم مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء ، ص : ۳۰۵

۹ - ایضاً ، ص ۳۰۵

۱۰ - (ا) ۔ ظفرالدین بہاری : حیاتِ اعلیٰ حضرت ، جلد اوّل ، ص ۳۳

(ب) ۔ محمود احمد قادری : تذکرۂ علمائے اہل سنت ، ص ۱۱۳

۱۱ - احمد رضا خاں : الاجازۃ المتینہ ، ص ۳۰۷

۱۲ - ظفرالدین بہاری : حیاتِ اعلیٰ حضرت ، جلد اوّل ، ص ۳۲

کا مسودہ ۶ صفر ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء کو تیار ہوا اور مبیضہ ۸ صفر ۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء کو اس

کا مکمل نام ہے :-

الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیہ ۱۳۲۴ھ

مولانا بریلوی نے اس میں مندرجہ ذیل علوم و فنون کا ذکر کیا ہے :-

(۱) علم قرآن (۲) علم حدیث (۳) اصول حدیث (۴) فقہ حنفی (۵) کتب فقہ جملہ مذاھب (۶) اصول فقہ (۷) جدل مہذب (۸) علم تفسیر (۹) علم العقائد والکلام (۱۰) علم نحو (۱۱) علم صرف (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان (۱۴) علم بدیع (۱۵) علم منطق (۱۶) علم مناظرہ (۱۷) علم فلسفہ (۱۸) علم تکسیر (۱۹) علم ہیأۃ (۲۰) علم حساب (۲۱) علم ہندسہ۔[۱۳]

مندرجہ بالا اکیس علوم کے لئے مولانا بریلوی لکھتے ہیں :-

یہ اکیس علوم ہیں جنہیں میں نے اپنے والد قدس سرہ الماجد سے حاصل کیا۔[۱۴]

ان علوم و فنون کے بعد مندرجہ ذیل علوم کا ذکر کرتے ہیں :-

(۲۲) قرأت (۲۳) تجوید (۲۴) تصوف (۲۵) سلوک (۲۶) اخلاق (۲۷) اسماء الرجال (۲۸) سیر (۲۹) تاریخ (۳۰) لغت (۳۱) ادب مع جملہ فنون۔[۱۵]

ان دس علوم کے بارے میں لکھا ہے :-

---

(۱۳) احمد رضا خان : الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیہ ۔ (مشمولہ رسائل رضویہ ، جلد دوم) مرتبہ محمد عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری ، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء ، ص ۳۰۱

(۱۴) ایضاً ، ص ۳۰۱ ۔

(۱۵) ایضاً ، ص ۳۰۳ ۔

میں نے اساتذہ سے بالکل نہیں پڑھا بلکہ علماء کرام سے مجھے ان کی اجازت حاصل ہے[۱۶]

پھر ان علوم و فنون کا ذکر کیا ہے :-

(۲۲) ارثماطیقی (۲۳) جبر و مقابلہ (۲۴) حساب سِتّینی (۲۵) لوغارثمات (۲۶) علم التوقیت (۲۷) مناظر و مرایا (۲۸) علم الاکر (۲۹) زیجات (۳۰) مثلث کروی (۳۱) مثلث مسطح (۳۲) ہیأۃ جدیدہ (۳۳) مربعات (۳۴) جفر (۳۵) زائرچہ۔[۱۷]

اور آخر میں مندرجہ ذیل علوم و فنون کا ذکر کیا ہے :-

(۴۶) نظم عربی (۴۷) نظم فارسی (۴۸) نظم ہندی (۴۹) نثر عربی (۵۰) نثر فارسی (۵۱) نثر ہندی (۵۲) خط نسخ (۵۳) خط نستعلیق (۵۴) تلاوت مع تجوید (۵۵) علم الفرائض[۱۸]

مندرجہ بالا علوم و فنون کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں :-

اللہ کی پناہ میں نے یہ باتیں فخر اور خواہ مخواہ کی خودستائی کے طور پر بیان نہیں کیں بلکہ منعم کریم کی عطا فرمودہ نعمت کا ذکر کیا ہے۔[۱۹]

مولانا بریلوی، محیر العقول فطری ذکاوت کی وجہ سے علوم عقلیہ و نقلیہ سے بہت جلد فارغ ہو گئے چنانچہ خود لکھتے ہیں :-

میں نے جب پڑھنے سے فراغت پائی اور میرا نام فارغ التحصیل علماء میں شمار ہونے لگا اور یہ واقعہ نصف شعبان ۱۲۸۶ھ کا ہے۔ اس وقت میں تیرہ سال، دس ماہ، پانچ دن کا تھا، اسی دن مجھ پر نماز فرض ہوئی تھی اور میری

---

(۱۶) - ایضاً، ص ۳۰۳
(۱۷) - ایضاً، ص ۳۰۷
(۱۸) - ایضاً، ص ۳۱۵
(۱۹) - ایضاً، ص ۳۱۵

عرفی شرعی احکام متوجہ ہوئے تھے۔[20]

(۴)

مولانا بریلوی نے جن بکثرت علوم و فنون کا ذکر کیا ہے ان میں سے بعض میں ان کو تبحر حاصل تھا، جس کا اندازہ ان علوم و فنون میں ان کی بکثرت مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف سے ہوتا ہے۔ علم قرآن میں ان کا ترجمہ اردو امتیازی شان رکھتا ہے جو کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے نام سے ۱۳۳۰ھ/ ۱۹۱۱ء میں منظر عام پر آیا۔[21] پھر اس پر ان کے خلیفہ مولانا محمد نعیم الدین مراد آبادی[22] (م۔ ۱۳۶۷ھ/ ۱۹۴۸ء) نے خزائن العرفان فی تفسیر القرآن کے عنوان سے تفسیری حواشی لکھے۔ اس ترجمے و تفسیر کے بہت سے اڈیشن ہندوستان اور پاکستان سے شائع ہو چکے ہیں اور برابر شائع ہو رہے ہیں۔

ترجمہ قرآن میں مولانا بریلوی نے جس عاقبت اندیشانہ احتیاط کو پیش نظر رکھا ہے وہ تراجم کے تقابلی مطالعے سے ظاہر ہے۔

مولانا بریلوی نے ترجمہ قرآن کے علاوہ تفسیر کا سلسلہ بھی شروع کیا تھا چنانچہ سورۂ ضحیٰ کی بعض آیات کی تفسیر ۶۰ جز تک لکھ کر چھوڑ دی[23]، دوسرے دینی و علمی مشاغل کی وجہ سے اتنا

---

(۲۰) - ایضاً، ص ۳۰۹

نوٹ :- غالباً اسی حیرت انگیز ذکاوت کی وجہ سے بعض اہل دانش مولانا بریلوی کے لئے SUPER - MAN اور SUPER-GENIUS جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

(۲۱) - ایک اطلاع کے مطابق کویت میں کنز الایمان کا انگریزی میں ترجمہ ہو چکا ہے جو لاہور سے شائع ہوگا۔

(۲۲) - تفصیلی حالات کے لئے مطالعہ کریں۔

محمد مسعود احمد: تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء

(۲۳) - ظفر الدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت، جلد اوّل، ص ۹۷

وقت نہ مل سکا کہ قرآن پاک کی مبسوط تفسیر لکھتے، یہ کام اُن کے تلامذہ و خلفاء اور تلامذہ کے تلامذہ نے انجام دیا۔ مثلاً تفسیر خزائن العرفان، تفسیر حسنات، تفسیر نعیمی، تفسیر ضیاء القرآن، تفسیر ازہری، تفسیر نورالقرآن وغیرہ۔

مولانا بریلوی کے ترجمۂ قرآن پر مختلف فضلاء نے مقالات لکھے ہیں جن میں سے مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں:۔

(۱)۔ سید محمد مدنی: امام احمد رضا اور اُردو تراجم قرآن کا تقابلی جائزہ۔[۲۴]

(۲)۔ شیر محمد اعوان: امام احمد رضا اور محاسن کنزالایمان۔[۲۵]

(۳)۔ اختر رضا خاں ازہری: امام احمد رضا کا ترجمۂ قرآن حقائق کی روشنی میں۔

(۴)۔ حکیم الرحمٰن رضوی: امام احمد رضا اور ترجمۂ قرآن کی خصوصیات[۲۶]

علم قرآن و علم تفسیر کے علاوہ علم حدیث میں بھی مولانا بریلوی کو تبحر حاصل تھا۔ چنانچہ شیخ یٰسین احمد خیاری المدنی نے علم حدیث میں بھی مولانا بریلوی کے تبحر کو سراہتے ہوئے لکھا ہے:

وھو امام المحدثین[۲۸]

اور وہ محدثین کے امام ہیں۔

مولانا بریلوی کے فتاویٰ اور مندرجہ ذیل رسائل کے مطالعہ سے علم حدیث میں ان کی مہارت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

---

(۲۴)۔ المیزان (بمبئی) امام احمد رضا نمبر، مارچ ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء: ص ۹۵ - ۱۱۳

(۲۵)۔ انوار رضا، شرکت حنفیہ، لاہور ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء: ص ۹۹ - ۱۱۳

(۲۶)۔ المیزان (بمبئی) امام احمد رضا نمبر، ص ۱۲۵ - ۱۵۴

(۲۷)۔ ایضاً، ص ۱۵۴ - ۱۵۷

(۲۸)۔ احمد رضا خاں: الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیۃ (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء) مطبوعہ کراچی ص ۷۰

(۱) المنهی الأکید عن الصلوٰة وراء عدی التقلید (۱۳۰۵ھ/ ۱۸۸۸ء)

(۲) الهاد الکاف فی حکم الضعاف (۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء)

(۳) حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین (۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء)۔

(۴) مدارج طبقات الحدیث (۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء)۔

(۵) الاحادیث الراویة لمدح الامیر المعاویة (۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء)۔

(۶) الفضل الموهبی فی معنی اذا صح الحدیث فهو مذهبی (۱۳۱۳ھ/ ۱۸۹۵ء)۔

علم حدیث کے علاوہ علم فقہ میں مولانا بریلوی کو جو تبحّر حاصل تھا اس کا اندازہ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ مولانا ابوالحسن علی ندوی کے ان تاثرات سے لگایا جا سکتا ہے:۔

فقہ حنفی اور اس کی جزئیات پر ان کو جو عبور حاصل ہے اس کی نظیر شاید کہیں ملے اور اس دعویٰ پر ان کا مجموعہ فتاویٰ شاہد ہے نیز ان کی تصنیف کفل الفقیہ الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم جو انہوں نے ۱۳۲۳ھ میں مکہ معظمہ میں لکھی تھی [۲۶]

(۲۶)۔ ابوالحسن علی ندوی: نزهة الخواطر و بهجة المسامع والنواظر، الجزء الثامن۔ مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۹۰ھ/ ۱۹۷۰ء، ص ۴۱

نوٹ:۔ مولانا بریلوی ۱۲۹۵ھ/ ۱۸۷۸ء میں پہلی بار حرمین شریفین حاضر ہوئے، دوران قیام مناسک حج سے متعلق شیخ حسین صالح شافعی کی کتاب جوهرة المضیه کی عربی شرح النیرة الوضیه فی شرح الجوهرة المضیه لکھ کر شیخ موصوف کی خدمت میں پیش کی (تذکرہ علمائے ہند ص ۹۸)۔

دوسری بار ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں حاضر ہوئے اور دوران قیام مندرجہ ذیل عربی رسائل تصنیف فرمائے:۔

(ا) الدولة المکیه بالمادة الغیبیه (۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء)

(ب) کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم (۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء)

(ج) الاجازة الرضویه لمبجل مکة البهیه (۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۶ء)۔

جزئیات فقہ پر غیر معمولی عبور کے متعلق جو مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اظہار خیال فرمایا اس کی تصدیق فتاویٰ رضویہ سے ہوتی ہے۔ مثلاً وہ پانی جس سے وضو جائز ہے مولانا بریلوی نے اس پانی کی ۱۶۰ قسمیں بیان کی ہیں[۳۰] اور وہ پانی جس سے وضو ناجائز ہے اس کی ۱۴۶ قسمیں بیان کیں[۳۱]۔ اسی طرح پانی کے استعمال سے عجز کی ۱۷۵ صورتیں بیان کی ہیں اور اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا جس کا عنوان ہے :-

سمع الندا فیما یورث العجز عن الماء[۳۲]

ماء مطلق اور ماء مقید کی تعریف میں ایک رسالہ لکھا جس کا عنوان ہے :-

النور والنورق لاسفار ماء مطلق۔[۳۳]

وہ اشیاء جن سے تیمم جائز ہے ان کی ۱۸۱ قسمیں بیان کیں۔ ۷۴ منصوصات اور ۱۰۷ مزیدات مصنف۔ اور وہ اشیاء جن سے تیمم جائز نہیں ان کی ۱۳۰ قسمیں بیان کیں ۵۸ منصوصات اور ۷۲ زیادات۔[۳۴]

جزئیات فقہ کے علاوہ متون فقہ پر مولانا بریلوی کو جو قدرت حاصل تھی وہ اہل علم کے لئے حیرت انگیز تھی۔ چنانچہ مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں :-

حرمین شریفین کے قیام کے زمانے میں بعض رسائل بھی لکھے اور علمائے حرمین نے بعض سوالات کئے تو ان کے جواب بھی تحریر کئے۔ متون فقہیہ اور اختلافی مسائل پر ان کی ہمہ گیر

---

(۳۰)۔ احمد رضا خاں : العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ ، جلد اول ، مطبوعہ لائل پور ، ص ۳۵۶

(۳۱)۔ ایضاً ، ص ۳۵۰ ، ۳۶۲ ، ۵۴۳

(۳۲)۔ ایضاً ، ص ۶۱۱ - ۶۵۹

(۳۳)۔ ایضاً ، ص ۴۰۷ - ۵۵۳

(۳۴)۔ ایضاً ، ص ۵۸۲ - ۸۵۰

حیات، مرحت تحریر[35] اور ذہانت کو دیکھ کر سب کے سب حیران و ششدر رہ گئے۔[36]

متونِ فقہیہ پر استحضار کی یہ کیفیت تھی کہ بعض اوقات وہ بغیر دیکھے عبارات کی عبارات لکھتے جاتے تھے چنانچہ قیام مکہ معظمہ کے زمانے میں بھی اس قسم کے مظاہر سامنے آئے۔ آخری ایام میں علالت کی وجہ سے بریلی سے بھوالی چلے گئے تھے، کوئی کتاب پاس نہ تھی۔ اس زمانے میں ایک استفتاء کا جواب دیا تو اس میں کتب فقہ و حدیث کے ۲۱ حوالے موجود ہیں۔[37]

فتاویٰ حامدیہ کی دو جلدیں مولانا وصی احمد محدث سورتی (م۔ ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۵ء) سے مستعار لیں اور ایک دن و ایک رات میں دیکھ کر واپس کر دیں[38]۔ قرآن پاک کا ایک ایک پارہ روزانہ حفظ کر کے ایک ماہ میں پورا قرآن حفظ کر لیا۔[39]

فتاویٰ رضویہ کے مطالعہ سے مولانا بریلوی کے تبحر علمی کے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علم فقہ کتنا وسیع علم ہے اور ایک باکمال فقیہ ہونے کے لئے کس قدر علوم و فنون سے واقفیت ضروری ہے۔ مولانا بریلوی کے بعض فتوے مختلف علوم و فنون پر مستقل رسائل معلوم ہوتے ہیں، مثلاً حوض کی مقدار دہ در دہ اور ذراع سے متعلق بحث پر یہ فتویٰ:

النجی النمیر فی الماء المستدیر[40]

---

(۳۵)۔ مرحت تحریر کے بارے میں مولوی ظفر الدین بہاری (والد ماجد ڈاکٹر مختار الدین آرزو) نے لکھا ہے کہ مولانا بریلوی لکھتے جاتے اور چار آدمی اس کی نقل کرتے جاتے۔ یہ چاروں نقل نہ کر پاتے کہ پانچواں ورق تیار ہو جاتا۔ (حیات اعلیٰ حضرت، ص ۹۴)

(۳۶) ابوالحسن علی ندوی: نزھۃ الخواطر، الجزء الثامن، ص ۳۹

(۳۷)۔ احمد رضا خان: العطایا النبویہ، ج ۲، ص ۳۸۵

(۳۸)۔ ظفر الدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت، ص ۱۳۸

(۳۹)۔ ایضاً، ص ۳۶

(۴۰)۔ احمد رضا خان: العطایا النبویہ فی الفتاویٰ الرضویہ، جلد اول مطبوعہ لاہور، ص ۳۲۱-۳۳۰

ریاضیات سے متعلق ایک تحقیقی مقالہ معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح یہ فتویٰ بھی علم ریاضی کا ایک مقالہ معلوم ہوتا ہے:

رحب الساحۃ فی میاہ لا یستوی وجہہا وجوفہا فی المساحۃ۔[41]

ماء جامد اور ماء جاری کی تعریف میں یہ فتویٰ علم طبعیات کا ایک تحقیقی مقالہ معلوم ہوتا ہے۔

الدقۃ والتبیان لعلم الرقۃ والسیلان[42]

جنس ارض کی تحدید و تعدید اور جنس ارض کی آثار سے متعلق یہ فتویٰ ارضیات سے متعلق ایک تحقیقی مقالہ معلوم ہوتا ہے:

المطر السعید علی نبت جنس الصعید[43]

مولانا بریلوی کے دارالافتاء (بریلی) میں ہندوستان، پاکستان، برما، چین، امریکہ، افغانستان، افریقہ، حجاز مقدس اور بلاد اسلامیہ سے بکثرت فتوے آتے تھے جن کی تعداد ایک وقت میں کبھی چار سو اور کبھی پانچ سو تک جا پہنچتی تھی۔ مولانا بریلوی اور ان کے صاحب زادے مولانا حامد رضا خاں نے خود اس کا ذکر کیا ہے۔[44] فتویٰ نویسی کے یہ فرائض بغیر کسی ادنیٰ معاوضے کے للّٰہیت و خلوص کے ساتھ انجام دیئے جاتے تھے۔ مولانا بریلوی ایک جگہ لکھتے ہیں:

بھائیو! ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین۔ میں اس پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو سارے جہان کے پروردگار پر ہے۔ اگر وہ چاہے۔[45]

مولانا بریلوی کے فتوے عربی، اردو، فارسی اور انگریزی میں ہیں۔ مطبوعہ مجلدات میں

---

(۴۱)۔ ایضاً، ص ۳۴۳ - ۳۶۱

(۴۲)۔ ایضاً، ص ۳۶۳ - ۳۹۹

(۴۳)۔ ایضاً، ص ۶۶۸ - ۶۱۹

(۴۴)۔ ا۔ احمد رضا خاں: العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد چہارم مطبوعہ لائل پور ص ۱۳۹

ب۔ حامد رضا خاں: سلامۃ اللہ لاہل السنۃ، مطبوعہ بریلی، ص ۵۴، ۵۵۔

(۴۵)۔ احمد رضا خاں: العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ۔ جلد سوم مطبوعہ مبارک پور، ص ۲۳۰

وں اور تین زبانوں میں فتوے ہیں۔ انگریزی فتوے ان قلمی مجلدات میں ہیں جو بریلی (بھارت) میں محفوظ ہیں۔ مولانا محمد احمد مصباحی (صدر المدرسین، فیض العلوم، محمد آباد، گوہنہ بھارت) نے ایک مضمون میں لکھا ہے:

> خرید ہوا فتاوٰی کی ایک قلمی جلد میں، میں تو یہ دیکھ کر سخت حیرت میں پڑ گیا کہ انگریزی کا جواب انگریزی میں ہے اور جواب بھی مختصر نہیں، بہت مبسوط ہے۔[۴۲]

مولانا بریلوی نے خود اپنی تصانیف میں یا ان کے سوانح نگاروں نے انگریزی زبان سے واقفیت کے بارے میں کچھ نہیں لکھا اس لئے اندازہ یہی ہے کہ انگریزی فتوے کسی صاحب نے ترجمہ کئے ہوں گے مگر فتوے کا ترجمہ کرنا کوئی آسان کام نہیں اور وہ بھی محققانہ اور فقیہانہ و عالمانہ فتوے، جس کسی نے بھی ترجمہ کیا ہوگا وہ بھی علم فقہ کا متبحر عالم ہوگا اس کے بغیر صحیح ترجمہ ممکن نہیں۔[۴۳]

---

(۴۲)۔ محمد احمد مصباحی: "امام احمد رضا فاضل بریلوی کے افتاء کی ایک خصوصیت"۔ مطبوعہ ماہنامہ پاسبان (الہ آباد)، شمارہ جولائی ۱۹۷۹ء، ص ۱۳

(۴۳)۔ راقم الحروف کے والد ماجد مفتی محمد مظہر اللہ دہلوی سے ایک ملاقات میں قائد اعظم نے فرمایا، مفتی صاحب آپ نے بھی اسلامی قانون پڑھا ہے اور میں نے بھی، فرق یہ ہے کہ میں نے انگریزی میں پڑھا اور آپ نے عربی میں۔ حضرت والد ماجد نے فرمایا۔ یہی بہت بڑا فرق ہے کیونکہ فقہی اسرار و رموز معانی کو انگریزی میں منتقل کرنا مشکل اور ان کا سمجھنا اور مشکل۔ علامہ اخلاق احمد دہلوی نے ماہنامہ عقیدت (نئی دہلی) جولائی، اگست ۱۹۷۳ء میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ لندن میں ایک جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے علامہ اقبال نے جب حضرت مجدد کے ایک مکتوب کو انگریزی میں پیش کرنا چاہا تو دیکھا انگریزی ان اسرار و معارف کے اظہار سے قاصر ہے۔ (محمد اقبال: تشکیل جدید الٰہیات، مطبوعہ لاہور ۱۹۵۸ء، ص ۲۹۰)۔

مسعود

مولانا بریلوی کے فتوے بلادِ اسلامیہ اور پاکستان و ہندوستان میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل کو جب مولانا بریلوی نے اپنے عربی فتوے ارسال کئے تو انہوں نے جواباً لکھا:۔

واللہ اقول والحق اقول لو راٰھا ابوحنیفۃ النعمان لأقرت عینیہ وجعل مولفھا من جملۃ الاصحاب (۳۸)

(ترجمہ) اور قسم کھا کر کہتا ہوں اور سچ کہتا ہوں کہ ان فتووں کو اگر ابوحنیفہ نعمان دیکھ لیتے تو یقیناً ان کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچتی اور وہ اس کے مؤلف کو اپنے شاگردوں میں شامل کر لیتے۔

۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء میں ندوۃ العلماء (لکھنؤ) نے اپنا پچاسی سالہ جشن تعلیمی منایا اس سلسلے میں عباسیہ ہال (کتب خانہ ندوہ) میں تعلیمی نمائش کا اہتمام کیا گیا جہاں بڑے بڑے طغروں میں ہندوستان کی ممتاز علمی شخصیتوں کے نام اور ان کی بعض تصانیف فن وار درج تھیں۔ عقائد و کلام کے طغرے میں مولانا بریلوی کی خالص الاعتقاد اور فقہ کے طغرے میں النیرۃ الوضیۃ کے بھی نام تھے۔ ایک مشہور شامی عالم شیخ عبدالفتاح ابوغدہ (پروفیسر کلیۃ الشریعۃ، محمد بن سعود یونیورسٹی، ریاض) کی نظر جب مولانا بریلوی کی تصانیف پر پڑی تو انہوں نے فرمایا:۔

این مجموعۃ فتاوی الامام احمد رضا البریلوی؟ (۳۹)

(ترجمہ) مولانا احمد رضا بریلوی کا مجموعہ فتاوی کہاں ہے؟

اس وقت فتاوی رضویہ پیش نہ کیا جا سکا بعد میں مولانا محمد یٰسین اختر الاعظمی نے پروفیسر موصوف

---

(۳۸)۔ احمد رضا خاں: الاجازات المتینۃ لعلماء بکۃ والمدینۃ، مکتوب محررہ ۱۲/ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ/ ۱۹۰۷ء مشمولہ رسائل رضویہ، جلد دوم ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء، ص ۲۵۸

(۳۹)۔ محمد یٰسین اختر: امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں۔ مطبوعہ الہ آباد۔ ۱۳۹۷ھ/ ۱۹۷۷ء، ص ۱۹۲-۱۹۳

سے پوچھا کہ وہ مولانا بریلوی کے مجموعہ فتاویٰ سے کیسے متعارف ہوئے؟ انہوں نے جواباً کہا:

میرے ایک دوست کہیں سفر پر جا رہے تھے۔ ان کے پاس فتاویٰ رضویہ کی ایک جلد موجود تھی، میں نے جلدی جلدی میں ایک عربی فتویٰ مطالعہ کیا، عبارت کی روانی[50] اور کتاب و سنت و اقوال سلف سے دلائل کے انبار دیکھ کر میں حیران و ششدر رہ گیا اور اس ایک ہی فتوے کے مطالعہ کے بعد میں نے یہ رائے قائم کر لی کہ یہ شخص کوئی بڑا عالم اور اپنے وقت کا زبردست فقیہ ہے

---

(۵۰)۔ مولانا بریلوی کو عربی زبان سے فطری لگاؤ تھا، عربی میں ان کی بکثرت تصانیف ہیں، ۱۳ برس کی عمر میں ۱۲۸۵ھ/۱۸۶۸ء میں پہلی عربی تصنیف پیش کی جس کا عنوان ہے۔

ضوء النہایہ فی اعلام الحمد والہدایہ

(ظفر الدین: المجمل المعدد لتالیفات المجدد، مطبوعہ پٹنہ، ص ۵)

علمائے حرمین شریفین نے مولانا بریلوی کی عربی نظم و نثر کی تعریف کی ہے اور یہ الفاظ استعمال کئے ہیں۔

(ا) کانہا جواہر تکونت من الفاظ عذاب وصواحب لاتقدر لک بید الکتاب (شیخ سعید بن محمد مکی)

(احمد رضا خاں: رسائل رضویہ، جلد اول، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء، ص ۱۹۲)

(ب) فوجدتہا شذرۃ من عسجد وجوھرۃ من عقود در و یاقوت وزبرجد (شیخ احمد محمد مبادی مکی)

(احمد رضا خاں: حسام الحرمین مطبوعہ لاہور، ص ۱۹۲)

(ج) والفہامۃ الذی ترک ببیانہ سحبان باقل

(شیخ اسعد بن احمد دہان مکی)

(احمد رضا خاں: حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور، ص ۱۷۰)

مولانا بریلوی نے تیرہ سال دس مہینہ اور چار دن کی عمر میں ۱۴ شعبان ۱۲۸۶ھ مطابق ۱۸۶۹ء
اپنے والد مولوی محمد نقی علی خان کی نگرانی میں فتویٰ نویسی کا آغاز کیا۔ سات برس بعد ۱۲۹۳ھ/۱۸۷۶ء
میں فتویٰ نویسی کی مستقل اجازت مل گئی۔ پھر جب ۱۲۹۷ھ / ۱۸۸۰ء میں
والد ماجد کا انتقال ہوا تو مستقل طور پر فتویٰ نویسی کے فرائض انجام دیئے گئے[۵۱] مولانا بریلوی
نے لکھا ہے کہ ان کے جد مولوی رضا علی خان کے زمانے سے[۵۲] فتویٰ نویسی کا سلسلہ جاری
ہے اور ۱۳۳۶ھ/۱۹۱۸ء میں خود ان کو فتوے لکھتے پچاس برس ہو چکے ہیں[۵۳]۔ اس پچاس
برس کے عرصے میں فتاویٰ رضویہ کی بارہ جلدیں تیار ہو چکی تھیں جس کا ذکر مولانا بریلوی نے
متفرق مقامات پر خود کیا ہے۔ سرحد (پاکستان) کے ایک عالم مولانا عبدالواحد کی سند اجازت
(مکتوبہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء) میں لکھتے ہیں :-

.... وکذلک اجزتہ بجمیع مؤلفاتی ....
منہا الفتاوی الملقبۃ بالعطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ وھی
ان شاء اللہ ستطبع فی اثنی عشر مجلدات کبار وارجو المزید[۵۴]

فتاویٰ رضویہ کی بارہ مجلدات میں سے صرف پانچ پاکستان اور ہندوستان سے شائع
ہوئی ہیں۔ چھٹی جلد کی کتابت الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور (ضلع اعظم گڑھ، بھارت) میں ہو
رہی ہے۔ ساتویں اور آٹھویں جلدیں اسی ادارے میں ہیں، باقی جلدیں بریلی میں ہیں۔[۵۵]

(۵۱)۔ محمد مصطفیٰ رضا خان : الملفوظ حصہ اول، مطبوعہ کراچی، ص ۱۳ - ۱۴

(۵۲)۔ مولوی رضا علی خان ۱۲۲۴ھ/ ۱۸۰۹ء میں پیدا ہوئے اور ۱۲۴۷ھ/ ۱۸۳۱ء میں ان کا انتقال ہوا۔ (رحمان علی : تذکرۂ علمائے ہند، ص ۱۹۳)

(۵۳)۔ احمد رضا خان : العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، جلد سوم، ص ۲۳۰ فتویٰ محررہ ۱۲ صفر ۱۳۳۷ھ۔

(۵۴) سند اجازت بنام مولوی عبدالواحد، محرزونہ مولوی عبداللطیف ظہیر، گڑھی کپورہ، سرحد

(۵۵) مکتوب مولانا افتخار احمد قادری، استاد ادب عربی، الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور محررہ ۲۵ اپریل ۱۹۷۹ء۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ کوئی تحقیقی ادارہ فتاویٰ رضویہ کی تدوین و اشاعت کی اہم ذمہ داری قبول کرے اور اسلامی قانون کے اس عظیم سرمایہ کو بلادِ اسلامیہ اور دوسرے ممالک میں پھیلائے فتاویٰ رضویہ کی جلدیں بہت ہی ضخیم ہیں۔ اگر ان کو تدوین کے جدید تقاضوں کے تحت مرتب کیا جائے تو تقریباً پچاس جلدات ہو جائیں گی۔ حال ہی میں مولانا محمد حسن رضا خاں نے مولانا بریلوی کے فقہی مقام پر پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) میں ایک تحقیقی مقالہ پیش کیا ہے جس پر ان کو ۲۲ر ستمبر ۱۹۷۹ء کو پی۔ ایچ۔ ڈی کی ڈگری مل گئی ہے۔[۵۹] اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ علم فقہ میں مولانا بریلوی کو بڑا تبحر حاصل تھا۔

علوم منقولہ کے علاوہ علوم معقولہ میں بھی مولانا بریلوی کو کمال حاصل تھا۔ مولوی ظفرالدین بہاریؒ[۶۰] نے لکھا ہے کہ ۱۳۲۹ھ / ۱۹۱۱ء سے قبل ڈاکٹر سر ضیاءالدین نے (وائس چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) علم مربعات سے متعلق ایک سوال اخبار دبدبۂ سکندری (رامپور) میں شائع کرایا جس کا مولانا بریلوی نے بروقت جواب شائع کرایا اور اپنی طرف سے ایک اور سوال پیش کر دیا جس کو پڑھ کر سر ضیاءالدین کو تعجب ہوا کہ ایک مولوی نے نہ صرف جواب دیا بلکہ الٹا سوال بھی پیش کر دیا۔[۶۱] مولانا بریلوی سے سر ضیاءالدین کا یہ پہلا غائبانہ تعارف تھا۔ اس کے بعد وہ پروفیسر سید سلیمان اشرف کے ایماء پر ریاضی سے متعلق ایک مشکل مسئلہ دریافت کرنے مولانا بریلوی کے پاس گئے جس کو مولانا بریلوی نے حل کر دیا۔[۶۲] مولوی

۵۹۔ مکتوب مولانا محمد حسن رضا خاں، استاد مدرسہ شمس الہدیٰ، پٹنہ، محررہ ۲۵ر اپریل ۱۹۷۹ء۔

۶۰۔ مولانا ظفرالدین بہاری، ڈاکٹر مختارالدین آرزو (صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) کے والد اور مولانا بریلوی کے خلیفہ و شاگرد تھے۔ (مسعود)

۶۱۔ ظفرالدین بہاری: حیاتِ اعلیٰ حضرت، ص ۱۵۲، ملخصاً

۶۲۔ تفصیلات کے لئے مطالعہ کریں: ظفرالدین بہاری: حیاتِ اعلیٰ حضرت، ص ۱۵۰ - ۱۵۲

محمد حسین میرٹھی (موجد طلسمی پریس) نے ۱۹۲۹ء میں سر ضیاء الدین کے قیام شملہ کے زمانے میں مولانا بریلوی سے ملاقات کے بارے میں استفسار کیا تو انہوں نے جواب دیا۔

میرے سوال کا جو بہت مشکل اور لاینحل تھا ایسا فی البدیہہ جواب دیا گویا اس مسئلے پر عرصہ سے ریسرچ کیا ہے۔ اب ہندوستان میں کوئی جاننے والا نہیں۔"[۲۰]

علم ریاضی کے علاوہ علم ہیأۃ و نجوم میں بھی مولانا بریلوی کو کمال حاصل تھا۔ انگریزی اخبار ایکسپریس (شمارہ ۱۸ اکتوبر ۱۹۱۹ء/۱۳۳۸ھ) میں امریکی منجم پروفیسر البرٹ نے ۱۷ دسمبر ۱۹۱۹ء کے بارے میں ایک دل دہلانے والی پیش گوئی کی تھی۔ جب مولانا بریلوی سے پوچھا گیا تو انہوں نے علمی طور سے اس کا رد کیا اور اس کو لغو قرار دیا[۲۱]؛ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ لیکن امریکی منجم کی یہ پیش گوئی علم ہیأۃ سے متعلق تین رسالوں کا دیباچہ بن گئی جن کی تفصیل یہ ہے:۔

(۱) الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لوھاء الفلسفۃ المشئمۃ (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء)

(۲)۔ فوز مبین در حرکت زمین (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء)

(۳)۔ نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء)

فلسفہ جدیدہ و قدیمہ کے متعلق مولانا بریلوی کا طرز عمل مقلدانہ نہ تھا بلکہ مجتہدانہ تھا چنانچہ آغا بیدار بخت (لاہور) کے استاد پروفیسر حاکم علی (پروفیسر ریاضی۔ اسلامیہ کالج، لاہور) کو لکھتے ہیں:۔

محب فقیر! سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات دور از کار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذاللہ! اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام۔ وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے

(۲۰)۔ ایضاً، ص ۱۵۵ (اس ملاقات کے چشم دید گواہ مفتی محمد برہان الحق جبل پوری بقید حیات ہیں) مسعود

(۲۱)۔ مکتوب مولانا بریلوی بنام مولوی ظفر الدین بہاری محررہ یکم ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

نوٹ: یہ مکتوب ۸ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں علمی طور پر بحث کی گئی ہے۔ (مسعود)

اس سے خلاف ہے، جس میں مسئلہ اسلامی کو روشن کیا جائے[۴۲]

ہیئات اور علم التوقیت میں بھی مولانا بریلوی کو مہارت حاصل تھی مندرجہ ذیل رسائل اس پر شاہد ہیں :-

(۱)۔ البیان شافیا لفونوغرافیا (۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء)

(۲)۔ الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت۔

علم تکسیر میں ایک رسالہ سید حسین مدنی کے لئے لکھا جس کا عنوان ہے :-

اطائب الاکسیر فی علم التکسیر[۴۳]

اور مولانا عبد الغفار بخاری کے لئے علم جفر میں یہ رسالہ تصنیف کیا :-

سفر السفر عن الجفر بالجفر[۴۴]۔

---

(۴۲) احمد رضا خاں : نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان، مطبوعہ لکھنؤ، ص ۲۳۔

(۴۳)۔ ظفر الدین بہاری : حیات اعلیٰ حضرت، ص ۱۴۲

(۴۴)۔ ایضاً ص ۱۶۲ - ۱۶۳

نوٹ :- تفصیلات کے لئے ماہنامہ المیزان (بمبئی) کا امام احمد رضا نمبر (مارچ ۱۹۷۶ء) ص ۳۰۲ - ۳۲۳ ; مطالعہ کریں جس میں ۳۰ علوم و فنون پر مولانا بریلوی کی ۸۰۰ تصانیف کی تفصیلات موجود ہیں۔ مولانا عبد المبین نعمانی مزید تفصیلات جمع کر رہے ہیں جو المجمع الرضوی (مبارکپور۔ اعظم گڑھ۔ یوپی) کی طرف شائع ہوں گی۔ مسعود

(۳)

عقائد و افکار میں مولانا بریلوی متقدمین اور سلف صالحین کے پیرو تھے، انھوں نے اپنے دور میں سیاست و مذہب میں تجدید و احیاء کے فرائض انجام دیئے۔ غالباً اسی لئے بعض علماء عرب نے ان کو مجدد کہا ہے۔ چنانچہ حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی لکھتے ہیں:

"و قیل فی حقہ انہ مجدد ھذا القرن لکان حقاً و صدقاً۔"[۱]

(ترجمہ) اگر ان کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کے مجدد ہیں تو یہ بات صحیح اور سچی ہوگی۔

مولانا بریلوی کلمہ گو کو مسلمان قرار دیتے تھے[۲] مگر وہ روحِ اسلام کو ان کے قول و عمل میں جیتا جاگتا دیکھنا چاہتے تھے لیکن اسی کے ساتھ ساتھ تاریخ کے تہذیبی و تمدنی عمل کے پیشِ نظر وہ اس حد تک چھوٹ دیتے تھے۔ جس حد تک قول و عمل شریعت سے متصادم نہ ہو۔ وہ ہر اس شخص کو جو دین میں نئی نئی باتیں داخل کرتا ہے، بدعتی قرار دیتے تھے[۳] اور اس شخص کا تعاقب

۱۔ احمد رضا خاں: حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۵ء ص ۱۵۔ سید عبدالقادر طرابلسی اور شیخ موسیٰ علی شامی نے بھی مجدد لکھا ہے (الفیوضات الملکیہ، مطبوعہ کراچی ص ۸۴، ۳۴۲)

۲۔ احمد رضا خاں: السیف الانیقر فی فتاوی افریقہ (۱۳۳۶ھ/۱۹۱۷ء) مطبوعہ بریلی، ص ۱۵۳

۳۔ احمد رضا خاں: اعلام الاعلام (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء)، مطبوعہ بریلی، ص ۱۵

[illegible] ان کی نظر میں تجدید کے بجائے بے راہ روی اختیار کرتا تھا۔

[illegible] بریلوی نے معاشرے کی خلاف شرع عادات و رسوم پر تنقید کی ہے۔ اور اس طرح

تجدید و اصلاح کی ذمہ داری پوری کی۔

اسلامی معاشرے کے بعض افراد فرائض و سنن کو چھوڑ کر مستحبات و مباحات کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ مولانا بریلوی کی نظر میں ایسے لوگوں کی نیکیاں شریعت کی نظر میں مردود ہیں۔[4] بعض لوگ شریعت و طریقت کو الگ الگ خانوں میں تقسیم کرتے ہیں۔ مولانا بریلوی اس تقسیم کو سختی سے ساتھ رد کرتے ہیں اور طریقت کو عین شریعت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود فرما چکا۔"[5] عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ جس کا کوئی پیر یا مرشد نہیں، اس کا پیر ابلیس ہے۔ مولانا بریلوی اس خیال کو رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"انجام کار رستگاری .... کے واسطے صرف نبی کو مرشد جاننا بس ہے۔"[6]

لیکن وہ بیعت و مریدی کے خلاف بھی نہیں بلکہ اصلاح باطن کے لئے اس کو مفید قرار دیتے ہیں۔[7]

۴۔ احمد رضا خاں: اعز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکوۃ (۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۱ء) مطبوعہ بریلی ص ۱۰-۱۱

۵۔ احمد رضا خاں: مقال العرفاء باعزاز شرع و علماء (۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء) مطبوعہ کراچی ص ۷

۶۔ احمد رضا خاں: السنیۃ الانیقہ، مطبوعہ بریلی، ص ۱۴۳

۷۔ احمد رضا خاں: السنیۃ الانیقہ، مطبوعہ بریلی، ص ۱۴۰

نوٹ:- مولانا بریلوی ۱۲۹۴ھ/ ۱۸۷۷ء میں شاہ آل رسول مارہروی (م ۱۲۹۶ھ/ ۱۸۷۸ء) سے بیعت ہوئے اور اجازت و خلافت حاصل کی۔ ان کو ۱۳ سلاسل طریقت میں اجازت حاصل تھی جس کا انہوں نے الاجازۃ الرضویہ میں ذکر کیا ہے۔

۱۔ احمد رضا خاں: الاجازۃ الرضویہ لمبجل مکۃ البہیۃ، ص ۲۱۹-۲۱۸

عام طور پر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ مسلمان بزرگوں کے مزارات پر جا کر سجدے کرتے ہیں۔ مولانا بریلوی نے غیر اللہ کے لئے سجدۂ عبادت کو کفر و شرک اور سجدۂ تعظیمی کو حرام قرار دیا ہے۔

چنانچہ سجدۂ تعظیمی کے خلاف ایک مستقل رسالے میں وہ لکھتے ہیں:۔

"سجدہ حضرت عزت عز جلالہ کے سوا کسی کے لئے نہیں۔ اس کے غیر کو سجدۂ عبادت تو یقیناً اجماعاً شرک مہین و کفر مبین اور سجدۂ تحیت حرام و گناہ کبیرہ بالیقین"(۸)

آج کل پڑھے لکھے مسلمانوں کے گھروں میں تصویریں لگانے اور مجسمے سجانے کا عام رواج ہو گیا ہے۔ بعض ان پڑھ مسلمان تبرکاً براق کی تصویریں بھی لگاتے ہیں۔ مولانا بریلوی نے اس کی سختی سے ممانعت کی ہے۔ البتہ نعلین مبارک اور قبر شریف کے عکس کو جائز و مستحسن قرار دیا ہے(۹)۔

مسلمانوں میں فاتحہ، سوم، چہلم، برسی وغیرہ کا رواج عام ہے۔ مولانا بریلوی نے اس کی رسم کو جائز قرار دیا ہے لیکن اس میں غیر ضروری لوازمات کو بے اصل اور تعیین یوم کو آسانی و سہولت کے لئے جائز سمجھتے ہیں اور اس خیال کو غلط تصور کرتے ہیں کہ متعین دنوں میں زیادہ ثواب ملتا ہے(۱۰)۔ اسی طرح وہ نیت کو ایصال ثواب کی روح تصور کرتے ہیں اور اس رسم کی تائید نہیں کرتے کہ اہتمام کے ساتھ کھانا سامنے لاکر رکھا جائے۔ ان کے نزدیک اس کو ضروری سمجھ کر کرنا جائز نہیں البتہ سامنے رکھنے میں مضائقہ بھی نہیں کہ ایصال کے بعد فوراً تقسیم کر دیا جائے۔ میت کی فاتحہ و ایصال ثواب میں وہ غرباء و مستحقین کو فوقیت دیتے ہیں اور اس کے خلاف ہیں کہ امیروں اور برادری محلے کے لوگوں کو بلا کر اہتمام سے کھانا کھلایا جائے"(۱۱)

۸۔ احمد رضا خان: الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ، مطبوعہ بریلی، ص ۵

۹۔ احمد رضا خان: شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ و نعالہ (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء)، مطبوعہ بریلی

۱۰۔ احمد رضا خان: الحجۃ الفائحہ لطیب التعیین والفاتحہ (۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء) مطبوعہ بریلی، ص ۱۳

۱۱۔ محمد مصطفےٰ رضا خان: الملفوظ، حصہ سوم (۱۳۳۰ھ/۱۹۱۹ء)، مطبوعہ علی گڑھ، ص ۳۵

دور جدید کی بدعات میں عورتوں کا بے محابا گھومنا پھرنا، نامحرموں کے سامنے آنا، میت کے گھر جمع ہو کر کھانا پینا، رہنا سہنا، زیارت قبور کے لئے قبروں پر جانا اور نامحرم پیروں کو محرم سمجھ کر ان کے سامنے آنا عام ہے۔ مولانا بریلوی نے ان بدعات کی مخالفت کی۔ ایک سوال کے جواب میں کہ عورت اپنے محارم اور غیر محارم کے ہاں جا سکتی ہے یہ رسالہ تصنیف کیا۔

مروج النجا لخروج النسآ

١٣١٦ھ/١٨٩٨ء

میت کے گھر عورتوں اور مردوں کا جمع ہو کر کھانا پینا اور میت کے گھر والوں کو زیر بار کرنے کے عدم جواز کا فتویٰ دیتے ہوئے یہ رسالہ لکھا:۔

جلی الصوت لنھی الدعوت امام الموت

١٣١٠ھ/١٨٩٢ء

زیارت قبور کے لئے قبرستان جانے کی عورتوں کو سختی سے ممانعت کی اور یہ رسالہ لکھا:

جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور

١٣٣٩ھ/١٩٢٠ء

مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضری کو مستثنیٰ قرار دیا کیونکہ عورتوں اور مردوں کا اس دربار میں حاضر ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ البتہ بزرگان دین کے مزارات پر حاضری سے منع کیا ہے حتیٰ کہ خواجہ معین الدین چشتی علیہ الرحمہ کے مزار پر جانے سے بھی عورتوں کو روکا ہے۔[١٢]

قبروں پر چراغ جلانے کے لئے پوچھا گیا تو اس کو بدعت اور مال کا ضیاع قرار دیا البتہ اس صورت میں جائز قرار دیا کہ قبر مسجد میں ہو یا سر راہ ہو اور چراغ سے نمازیوں اور مسافروں کو فائدہ

١٢۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں: الملفوظ (١٣٣٨ھ/١٩١٩ء) حصہ دوم، مطبوعہ کراچی ص ١١٠

پہنچے[۱۳]۔ مولانا بریلوی کے نزدیک جو کام دینی فائدے اور دنیوی نفع جائز دونوں سے خالی ہو وہ عبث و بیکار ہے۔ اور عبث خود مکروہ ہے اور اس میں مال صرف کرنا اسراف۔ اور اسراف حرام ہے[۱۴]۔

قبروں پر لوبان وغیرہ جلانے کے لئے دریافت کیا تو اس کو منع کیا اور اسراف و اضاعت مال قرار دیا اور لکھا کہ اس خوشبو کی میت صالح کو کوئی حاجت نہیں وہ اگر اور لوبان سے غنی ہے صالحین کی قبروں پر چادر چڑھانے کے لئے دریافت کیا تو اس کو مشروط طور پر اس لئے جائز قرار دیا کہ عوام الناس اُن کی طرف متوجہ ہو کر مستفیض ہوں اور وہ بھی صرف ایک چادر جب پھٹ جائے تو دوسری نہ یہ کہ لا متناہی سلسلہ شروع کر دیا جائے۔ یہ بہر حال ان کی نظر میں جائز نہیں۔ جبکہ اس کا مصرف غرباء کے لئے نہ ہو۔ رسم کے طور پر چادر چڑھانے کو اُنھوں نے فضول قرار دیا۔ اور لکھا ہے :-

" جو دام اس میں صرف کریں ولی اللہ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کے لئے محتاج کو دیں "

آلات موسیقی کے ساتھ قوالی ہوں حتیٰ کہ مساجد کے قریب مقابر پر قوالیوں کا عام رواج ہے اعراس وغیرہ میں خاص طور پر اس کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ مولانا بریلوی نے اس قسم کی قوالیوں کو ناجائز قرار دیا[۱۵] حتیٰ کہ ایسے اعراس میں شرکت کی ممانعت کی جہاں مزامیر کے ساتھ قوالی کا اہتمام ہو[۱۶]۔ مولانا بریلوی نے اعراس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے مگر اس کو شرعی قیود سے اتنا مقید کر دیا[۱۷] ہے کہ دور جدید کے بیشتر اعراس میں شرکت ان کے منشا کے خلاف معلوم ہوتی ہے کیونکہ اکثر اعراس میں کوئی نہ کوئی شرط معدوم نظر آتی ہے۔

۱۳۔ احمد رضا خاں : ابر المقال لشرح المزار (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء) مطبوعہ لاہور، ص ۹ - ۱۰

۱۴۔ احمد رضا خاں : احکام شریعت حصہ اول۔ مطبوعہ آگرہ، ص ۳۸

۱۵۔ احمد رضا خاں : مسائل سماع، مطبوعہ لاہور، ص ۲۳

۱۶۔ احمد رضا خاں : احکام شریعت حصہ اول، مطبوعہ آگرہ، ص ۲۳

۱۷۔ احمد رضا خاں : مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرس (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) مطبوعہ لاہور، ص

... اور شب برات کے موقع پر آتش بازی وغیرہ چھوڑنے کا ... رواج آج تک ہو
چکا ہے۔ مولانا بریلوی نے اس کو حرام قرار دیا اور ایسی شادی میں شرکت کی مخالفت کی
... شریعت کا ایک باب ہے۔[18] مولانا بریلوی نے ملت اسلامیہ کو اس رسم بے جا ... طرف
سے بچایا ہے جس نے اس کی اقتصادی حالت تباہ کر دی۔ وہ بدعات کو مذہب و معاشرت
دونوں کے لیے مضر سمجھتے تھے۔ اس کی وجہ سے انسان میں نیکی کی طرف رغبت کی صلاحیت
نہیں رہتی۔ وہ ایک جگہ لکھتے ہیں:

"تب جب تک صاف بے خبر کی طرف بلاتے اور معاذ اللہ معاصی اور خصوصاً کثرت
بدعات سے اندھا کر دیا جاتا ہے۔ اب اس میں حق کو دیکھنے، سمجھنے، غور کرنے کی قابلیت نہیں
رہتی مگر ابھی حق سننے کی استعداد باقی رہتی ہے۔"[19]

(۴)

مولانا بریلوی نے صرف معاشرہ کی اصلاح کی بلکہ سیاست میں بھی انہوں نے اہم
کردار ادا کیا۔ ان کے دکھائے میدان سیاست کے شہسواروں نے فیض حاصل کیا۔ مولانا بریلوی
کی سیاسی خدمات پر بعض مورخین و محققین نے لکھا ہے مگر بہت مختصر مثلاً ڈاکٹر اشتیاق حسین
قریشی،[20] میاں عبدالرشید،[21] سید انور علی ...[22] وغیرہ۔ اس پہلو پر سیر حاصل لکھا جا سکتا ہے
چونکہ نظر مقالے میں تفصیل کی گنجائش نہیں اس لیے اختصار سے کام لیا جاتا ہے۔
مولانا بریلوی کے سیاسی افکار کو سمجھنے کے لیے ان کی مندرجہ ذیل تصانیف کا مطالعہ ضروری ہے:

۱۸۔ احمد رضا خاں: ہادی الناس فی رسوم الاعراس (۱۳۱۲ھ/۱۸۹۴ء)، مطبوعہ لاہور، ص ۲

۱۹۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں: الملفوظ (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء)، حصہ سوم، مطبوعہ علی گڑھ، ص ۴۳

۲۰ - ISHTIAQUE HUSSAIN QURESHI: ULEMA IN POLITICS, KARACHI 1972

۲۱ - MIAN ABDUL RASHEED: ISLAM IN INDO-PAK SUBCONTINENT LAHORE

۲۲ - SYED ANWAR ALI: MYSTICS AND MONARCHS, KARACHI, 197

۱۔ النفس الفکر فی قربان البقر (۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء)

۲۔ اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالاسلام (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء)

۳۔ تدبیر فلاح ونجات واصلاح (۱۳۳۱ھ/۱۹۱۲ء)

۴۔ دوام العیش فی الائمۃ من القریش (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

۵۔ المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء)

۶۔ الطاری الداری لھفوات عبدالباری (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء)

پہلے رسالے میں ہندوؤں کی تحریک پر کئے جانے والے گائے کی قربانی کے جواز وعدم جواز کے متعلق ایک سوال کا جواب ہے۔ مولانا بریلوی نے ہندو سیاست کے مضمرات کو نظر میں رکھتے ہوئے جواب دیا کہ ہندوستان میں ہندوؤں کی بیجا ہٹ بجا رکھنے کے لئے گائے کی قربانی کو یکقلم ختم کر دینا ہرگز جائز نہیں[23] یہی سوال مشہور فقیہ مولوی عبدالحیٔ فرنگی محلی سے کیا گیا تو انہوں نے سیدھا سادا جواب دے دیا[24]۔ بعد میں ہندوؤں کے سیاسی مضمرات کا علم ہوا تو یہی فتویٰ دیا جو مولانا بریلوی نے دیا تھا[25]۔ مولانا بریلوی کی سیاسی سوجھ بوجھ اور فقیہانہ بصیرت کو سراہتے ہوئے مولانا شبلی نعمانی کے استاد مولانا ارشاد حسین رامپوری نے یہ مختصر و جامع تبصرہ کیا:۔

"الناقد بصیر"[26] (پرکھنے والا دیدہ ور ہے)

بظاہر گائے کی قربانی کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا لیکن سیاست پاک و ہند پر جن کی گہری نظر ہے وہ جانتے ہیں کہ برصغیر کی سیاست میں اس کو اہمیت حاصل رہی ہے۔

۲۳۔ احمد رضا خاں: النفس الفکر فی قربان البقر، مطبوعہ بریلی، ص ۹

۲۴۔ ایضاً، ص ۱

۲۵۔ عبدالحیٔ: مجموعہ فتاویٰ، اشاعت اول، جلد دوم، ص ۱۳۰-۱۵۵

۲۶۔ احمد رضا خاں: النفس الفکر فی قربان البقر، مطبوعہ بریلی، ص ۱۰

حضرت مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ/ ۱۶۲۴ء) نے اس کو شعائر اسلام میں سے اہم شعار قرار دیا۔ عہد اکبری میں ہندوؤں کی کوشش سے اس پر پابندی لگائی گئی۔[۲۸] پھر عہد جہاں گیری میں حضرت مجدد کی کوشش سے یہ پابندی ختم ہوئی اور خود جہاں گیر نے آپ کے سامنے گائے ذبح کرائی۔[۲۹] اس کے بعد تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے زمانے میں (۱۹۱۹ - ۱۹۲۲ء) میں پھر ہندوؤں نے ترک گاؤ کشی کا سیاسی پلیٹ فارم سے مطالبہ کیا۔[۳۰] جس کی تائید سیاسی پلیٹ فارم سے مسلمان عمائدین نے کی۔[۳۱] مولانا بریلوی نے اپنی سیاسی بصیرت سے ہندوؤں کے مخفی عزائم کو فوراً ہی بھانپ لیا اور وقت سے قبل ہی اس کا سدباب کر دیا۔ اور اس طرح سلطنت اسلامیہ کے لیے راہ ہموار کی۔

رسالہ اعلام الاعلام میں دوسرے علماء سے اختلاف کرتے ہوئے جنہوں نے غیر منقسم ہندوستان کو دارالحرب قرار دے کر سود کو جائز قرار دیا تھا، مولانا بریلوی نے ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیا اور سود کو حرام۔ یہ ۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء کی بات ہے۔ ایک عرصہ بعد جب تحریک آزادی ہند کے سلسلے میں بعض علماء نے ہندوستان کو پھر دارالحرب قرار دے کر مسلمانوں کو ہجرت پر مجبور کیا تو مولانا بریلوی نے سخت مزاحمت کی۔ ان کا خیال تھا کہ جس طرح ہندو نے مسلمانوں کو گاؤ کشی ترک کرنے پر اکسایا اسی طرح انہوں نے حکمت عملی سے ترک وطن پر اکسایا کیونکہ ان دونوں تحریکوں سے ہندو ہی کو فائدہ پہنچا اور

۲۸۔ احمد سرہندی: مکتوبات، دفتر اوّل، حصہ دوم، مطبوعہ امرتسر ۱۳۳۳ھ، مکتوب نمبر ۶۵

۲۹۔ عبدالقادر بدایونی: منتخب التواریخ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۳۸۲ھ/ ۱۹۶۲ء، ص ۲۹۸

۲۹۔ (الف) بدرالدین سرہندی: مجمع الاولیاء، مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری، لندن نمبر ۶۴۵

(ب) تزک جہاں گیری: مطبوعہ لاہور ۱۳۸۰ھ/ ۱۹۶۰ء، ص ۶۹۲

۳۰۔ (الف) محمد سلیمان اشرف: النور، مطبوعہ علی گڑھ ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء، ص ۱۱

(ب) محمد عبدالقدیر: ہندو مسلم اتحاد پر کھلا خط مہاتما گاندھی کے نام، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۹۲۱ء، ص ۱

۳۱۔ خدا بخش: مسلم لیگ، مطبوعہ لاہور ۱۳۵۹ھ/ ۱۹۴۰ء

مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔ پاک و ہند پر مسلمانوں کی ہزار سالہ حکومت کے بعد مولانا بریلوی اتنی جلدی
مسلمانوں کے حق سے دست بردار ہو کر استخلاص وطن کے تمام امکانات کو ختم کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔
انہوں نے ہجرت کو مسلمانوں کی معیشت و سیاست دونوں کے لئے تباہ کن قرار دیا اور بعد کے تاریخی
واقعات نے اس کو سچ کر دکھایا۔

تیسرے رسالے دوام العیش میں مولانا بریلوی نے مسئلہ خلافت پر بحث کی ہے ۱۹۱۹ء میں
تحریک خلافت کا آغاز ہوا۔ اس تحریک میں جان ڈالنے کے لئے بعض علماء نے خلافت کے لئے
قید قرشیت کو ختم کرتے ہوئے سلطان عبد الحمید کو خلیفۂ اسلام اور ان کی سلطنت کو خلافت اسلامیہ
قرار دیا۔ شریعت اسلامیہ میں خلیفۂ اسلام اور سلطان وقت کے لئے شرائط اور ان کی اتباع و
حمایت کے احکام جدا جدا ہیں۔ مولانا بریلوی کے نزدیک خلیفہ کے لئے شرعاً قریشی ہونا ضروری تھا
اس لئے ان کو سلطان ترکی اور سلطنت ترکیہ کی حمایت و تائید سے تو اختلاف نہ تھا البتہ[۳۲] سلطان کو خلیفہ
کہنے اور سلطنت، کو خلافت کا نام دینے سے اختلاف تھا۔ جب ۱۹۲۲ء میں خود مصطفےٰ کمال نے
سلطنت ترکیہ کو ختم کیا اور سلطان عبد الحمید کو ملک بدر کیا[۳۳] تو دعویٰ خلافت کی حقیقت کھل کر
لوگوں کے سامنے آگئی اور مسلمانوں کو نصاریٰ کے سامنے شرمسار ہونا پڑا۔ مولانا بریلوی اس
تحریک سے عملاً اسی لئے علیحدہ رہے کہ ان کے نزدیک اس کی بنیاد شریعت پر قائم نہ تھی۔ بلکہ
وہ اس کو حصول سوراج کی درپردہ کوشش خیال کرتے تھے۔ مسٹر گاندھی اور ہندوؤں کی

۳۲۔ (الف) اخبار ہمدم (لکھنؤ) شمارہ ۸ر نومبر ۱۹۲۲ء
(ب) منور حسین: ملفوظات امیر ملت، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۶ء، ص ۱۸۱
(ج) خدا بخش اظہر: مسلم لیگ، مطبوعہ لاہور ۱۹۳۰ء
۳۳۔ (الف) السواد الاعظم (مرادآباد)، شمارہ شعبان ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء، ص ۷۔۸
(ب) السواد الاعظم (مرادآباد)، شمارہ جمادی الاول ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء، ص ۳۱
(ج) احمد رضا خان: دوام العیش، مطبوعہ بریلی، ص ۱۳

حمایت نے اس خیال کو اور تقویت پہنچائی بعد تاریخی و سیاسی واقعات نے اس خیال کی تصدیق کر دی۔

مولانا بریلوی سیاسی استحکام کے لئے معاشی استحکام کو ضروری سمجھتے تھے۔ دور جدید کے عالمی حالات سے ان کے اس خیال کی تصدیق ہوتی ہے۔ ملت اسلامیہ کی معاشی و اقتصادی اور مذہبی و اخلاقی فلاح و بہبود کے لئے انہوں نے چند اہم تجاویز پیش کیں جو ۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۲ء میں کلکتہ اور رام پور سے شائع ہوئیں۔ پروفیسر محمد رفیع اللہ صدیقی (ایم۔ ایس کو نٹر یونیورسٹی، کینیڈا) نے مولانا بریلوی کی ان تجاویز کا محققانہ جائزہ لیا ہے اور "فاضل بریلوی کے معاشی نکات" کے عنوان سے ایک مقالہ پیش کیا ہے جو ۱۹۷۷ء میں لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

مولانا بریلوی نے ایک طرف اپنا رسالہ "تدبیر فلاح و نجات و اصلاح" لکھ کر اپنی تجاویز سامنے رکھیں تو دوسری طرف انصار الاسلام اور جماعت رضائے مصطفےٰ کے نام سے ان کے متبعین نے اصلاحی تنظیمیں قائم کیں اور اس وقت جو وہ کر سکتے تھے کیا۔

۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی کے ایماء پر تحریک ترک موالات شروع ہوئی جو تحریک خلافت (۱۹۱۹ء) کا تتمہ کہی جا سکتی ہے۔ تحریک خلافت کے زمانے میں ہندو مسلم اتحاد کا جو ایک طوفان اٹھا تھا وہ اب شباب پر پہنچ گیا۔ مسلمان جذبات کی رو میں بہہ رہے تھے اور سارے سیاسی فوائد ہندو حاصل کر رہے تھے۔ مسلمان عوام و خواص اپنی سادگی اور سادہ لوحی کی وجہ سے اس کو محسوس نہ کرتے تھے مگر مولانا بریلوی نے بہت شدت سے محسوس کی اور مسلمانوں کو ایسے اتحاد سے باز رہنے کے لئے للکارا جو ان کی سیاست و معیشت اور مذہب سب کو ختم کر کے رکھ دے۔[۲۳]

۲۳۔ علمائے دین کی طرف سے ہندو مسلم اتحاد اور مسٹر گاندھی کی حمایت و تائید۔ مولانا بریلوی کی نظر میں اسلام اور ملت اسلامیہ کے لئے مضر اور ہندوؤں کے لئے مفید تھی۔ جو کچھ انہوں نے سوچا تھا ہوا۔ حال ہی میں مشہور مستشرق پروفیسر ماسینوں (۱۸۸۳ - ۱۹۶۲ء) کا ایک مضمون نظر سے گزرا جس سے معلوم ہوا کہ پروفیسر موصوف علمائے اسلام کی طرف سے مسٹر گاندھی کے مشن کی تائید و حمایت سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے مسٹر گاندھی کو آفاقیت کا علمبردار اور ان کے پیغام کو دنیا کے لئے قابل تقلید قرار دیا۔ علماء حمایت نہ کرتے تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا نہ ہوتا۔ مولانا بریلوی

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

چنانچہ انہوں نے شدید علالت کے باوجود رسالہ المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء) لکھا جس میں مسلمانوں کو اس اتحاد کے انجام سے متنبہ کیا اور مخالفین کے عزائم سے خبردار۔ یہ وہ زمانہ تھا جب قائد اعظم محمد علی جناح اور علامہ اقبال دونوں خاموش تھے مگر مولانا بریلوی نے نتائج کی پرواہ کئے بغیر جو بات وہ حق سمجھتے تھے اس کا برملا اظہار کیا۔ اور یہ ان کی مذہبی غیرت اور سیاسی جرأت کی دلیل ہے۔

اسی زمانے میں ان کے دوست اور ہندوستان کے مشہور عالم مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مسٹر گاندھی کی سیاست میں الجھ کر ان کے ساتھ ہو گئے۔ اور بعض ایسے اقوال و اعمال ان سے سرزد ہوئے جو مولانا بریلوی کی نظر میں خلاف شرع تھے اور سیاسی حیثیت سے مسلمانوں کے لئے تباہ کن۔ چنانچہ انہوں نے دوست کی دوستی کی پرواہ کئے بغیر اس طرز عمل پر سخت تنقید کی۔ مولانا بریلوی کی یہ تنقیدات الطاری الداری لہفوات عبدالباری (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۱ء) کے نام سے ان کے صاحبزادے مولانا محمد مصطفےٰ رضا خاں نے تین حصوں میں بریلی سے شائع کر دیں۔ ان تنقیدات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا بریلوی اظہار حق میں مخالف و موافق کی پرواہ نہ کرتے تھے۔

مولانا بریلوی کے نزدیک ہندو، عیسائی، یہودی، آتش پرست سب مسلمانوں کے دشمن ہیں، ان میں سے کسی ایک کو اپنا دوست سمجھنا سخت سیاسی غلطی ہے، یہ بات ممکن ہے کہ ۱۹۲۰ء میں سمجھ میں نہ آتی ہو لیکن اب جبکہ ملت اسلامیہ بیسیوں نشیب و فراز سے گزر چکی ہے اور گزر رہی ہے، یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی جا رہی ہے۔ مولانا بریلوی کہتے ہیں:

کافر، ہر فرد و فرقہ دشمن مارا　　　مرتد، مشرک، یہود و گبر و ترسا۔[۳۵]

بقیہ حاشیہ

کے اندیشے اور اندازے صحیح تھے۔

GIULIO BASETTI SANI: PROPHAT OF INTER-RELIGIOUS RECONCILIATION, CHICAGO, 1974; PP. 202 – 218 (مسعود)

۳۵۔ احمد رضا خاں: الطاری الداری، حصہ سوم۔ مطبوعہ بریلی، ص ۹۹۔

مولانا بریلوی حریت و آزادی کے لئے جو راہ متعین کر گئے تھے اس پر ان کے صاحب زادگان، علماء اور معتقدین گامزن ہوئے۔ ۱۹۲۵ء میں مولانا بریلوی کے خلیفہ مولانا محمد نعیم الدین مرادآبادی (۱۳۶۷ھ / ۱۹۴۸ء) نے الجمعیۃ العالیۃ المرکزیہ (آل انڈیا سنی کانفرنس) کے نام سے ایک تنظیم کی بنیاد رکھی جس نے[۳۶] آگے چل کر پاکستان کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ ۱۹۴۶ء میں بنارس میں اس کے تاریخی اجلاس ہوئے۔ ۲۹ اپریل ۱۹۴۶ء کے اجلاس میں یہ قرارداد پاس ہوئی۔

"آل انڈیا سنی کانفرنس کا یہ اجلاس مطالبۂ پاکستان کی پرزور حمایت کرتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ علماء و مشائخ اہل سنت اسلامی حکومت کے قیام کی تحریک کو کامیاب بنانے کے لئے ہر امکانی قربانی کے واسطے تیار ہیں اور یہ اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ ایسی حکومت قائم کریں جو قرآن کریم اور حدیث نبوی کی روشنی میں فقہی اصول کے مطابق ہو۔"[۳۷]

ہندوستانی نقطۂ نظر سے شاید یہ بات اچھی نہ معلوم ہو کہ ایک ہندوستانی مسلمان عالم ہندو مسلم اتحاد کے خلاف بات کہے یا ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام کا خواب دیکھے۔ لیکن عملی زندگی میں دیکھا یہ گیا کہ سیاسی طور پر اتحاد کے جو مخالف تھے معاشرتی زندگی میں انہوں نے ہندوؤں کا بائیکاٹ نہیں کیا لیکن جو لوگ اتحاد کی بات کرتے تھے انہوں نے معاشرتی زندگی میں مسلمانوں کا نہ صرف بائیکاٹ کیا بلکہ ان کے ساتھ نہایت ذلت آمیز سلوک روا رکھا۔ زبانی دعوے اور عملی مظاہرے میں بڑا فرق تھا۔ رہا ہندوستان میں اسلامی حکومت کا قیام۔ جب ہندوستانی ہندوؤں نے سوراج اور ہندو اسٹیٹ کی بات کی تو اس کو گناہ نہ سمجھا گیا تو اگر ہندوستانی مسلمانوں نے اسلامی حکومت کی بات کی تو اس کو بھی گناہ نہ سمجھنا چاہیے۔ دونوں نے اپنے اپنے گھر میں رہن سہن کی بات کی۔

۳۶۔ تفصیلات کے لئے ملاحظہ کریں۔
(ا) محمد جلال الدین: خطبات آل انڈیا سنی کانفرنس، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء
(ب) محمد مسعود احمد: تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۹ء

۳۷۔ سید محمد محدث: خطبۂ صدارت جمہوریہ اسلامیہ، مطبوعہ مرادآباد ۱۹۴۶ء ص ۲۹

اس میں کیا برائی تھی؟

اسلامی نقطۂ نظر سے ہندو مسلم عدم اتحاد کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ہندو رعایا کو معاشی یا مذہبی حیثیت سے دل شکستہ کیا جائے مگر سوراج یا ہندو اسٹیٹ کا یہ مقصود معلوم ہوتا ہے کہ وہاں مسلم رعایا معاشی و مذہبی طور پر دل شکستہ رہے۔ پاک و ہند کی ۳۲ سالہ تاریخ ان حقائق پر گواہ ہے۔

(۵)

مولانا بریلوی فقاہت، و سیاست کے علاوہ ادب و شاعری میں بھی کمال رکھتے تھے، ان کی فصاحت و بلاغت کی اہل عرب نے تعریف کی ہے۔ چنانچہ شیخ احمد ابوالخیر میرداد مکی لکھتے ہیں:۔

الحمد للہ علی وجود مثل ہذا الشیخ فانی لم ارمثلہ فی العلم و الفصاحۃ[1]

(ترجمہ، مولانا بریلوی جیسے شیخ کے وجود پر میں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں، بیشک میں نے علم اور فصاحت میں ان جیسا نہیں دیکھا۔

اسی طرح دوسرے علمائے عرب نے بھی تعریف کی ہے۔ پاک و ہند کے بہت سے شعراء اور ادباء ان کی تعریف میں رطب اللسان نظر آتے ہیں۔

مولانا بریلوی باکمال شاعر تھے، وہ تلمیذ رحمٰن تھے، شاعری میں ان کا کوئی استاد نہ تھا۔ ان کے چھوٹے بھائی مولانا حسن رضا خاں (م ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) مرزا داغ دہلوی (م۔ ۱۳۲۲ھ/ ۱۹۰۵ء) کے شاگرد تھے، مولانا حسرت موہانی (م۔ ۱۳۷۱ھ/ ۱۹۵۱ء) نے حسن رضا خاں کی شاعری پر ایک مقالہ قلم بند کیا تھا[2] اس سے ان کے مقام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ نعت گوئی میں حسن رضا خاں

۱۔ مکتوب محررہ ۱۲ رجب المرجب ۱۳۲۴ھ از مکہ معظمہ بنام مولانا بریلوی۔

۲۔ اردوئے معلیٰ (علی گڑھ)، شمارہ جون ۱۹۱۲ء

کے استاد مولانا بریلوی تھے۔[۳]

مولانا بریلوی، مشہور نعت گو مولانا کفایت علی کافی شہید (۱۸۵۸ء / ۱۲۷۴ھ) سے بے حد متاثر تھے جس کا انہوں نے ذکر کیا ہے[۴] مولانا غلام رسول مہر نے بھی یہ بات لکھی ہے۔[۵] مولانا بریلوی نے لکھا ہے کہ نعت کہنا "تلوار کی دھار پر چلنا ہے، بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے"۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کتنے محتاط تھے، اس احتیاط کے باوجود نعت کو کمال تک پہنچانا واقعی ان کا کمال ہے۔ انہوں نے ایک جگہ خود کہا ہے :-

یہی کہتی ہے بلبل باغ جناں کہ رضا کی طرح کوئی سحر بیاں

نہیں ہند میں واصفِ شاہ ہدیٰ مجھے شوخیٔ طبع رضا کی قسم[۶]

ابتداء میں مولانا بریلوی کا کلام مختلف رسائل میں شائع ہوتا رہا، مثلاً ماہنامہ الرضا (بریلی)[۷]، ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ)[۸] وغیرہ وغیرہ، ان رسائل کے چند شمارے نظر سے گزرے جن میں عربی، اُردو اور فارسی کلام شامل ہے۔ ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء میں مولانا بریلوی کے کلام کا ایک مجموعہ حدائق بخشش کے نام سے دو حصوں میں بریلی اور پٹنہ سے شائع ہوا۔ ابتک دیوان حدائق بخشش کو مولانا بریلوی کے تمام کلام کا مجموعہ سمجھا جاتا رہا مگر یہ صحیح نہیں۔ ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) میں ایک اشتہار نظر سے گزرا

۳۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں : الملفوظ، حصہ دوم، مطبوعہ کراچی، ص ۴۲

۴۔ (ا) احمد رضا خاں : حدائق بخشش، حصہ سوم مطبوعہ بدایوں، ص ۹۳ - ۹۴

(ب) محمد مصطفیٰ رضا خاں : الملفوظ حصہ دوم، مطبوعہ کراچی، ص ۴۱

۵۔ غلام رسول مہر : ۱۸۵۷ء کے مجاہد، مطبوعہ لاہور ۱۹۶۱ء، ص ۳۱۱

۶۔ احمد رضا خاں : حدائق بخشش، مطبوعہ کراچی، ص ۳۳

۷۔ الرضا (بریلی)، شمارہ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء ص ۲۰۱، محرم صفر ربیع الاول جمادی الآخرہ ۱۳۳۴ھ / ۱۹۱۶ء ص ۳۰۲

۸۔ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) : (ا) شمارہ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ (ب) محرم ۱۳۲۶ھ (ج) صفر ۱۳۲۶ھ (د) محرم ۱۳۲۷ھ

جس میں دیوان حدائق بخشش کو انتخاب دیوان لکھا ہے[9]۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا بریلوی کا کلام ہنوز پورا جمع نہ ہو سکا۔ مطالعہ کے دوران جو حقائق و شواہد سامنے آئے ان سے اس خیال کی مزید تصدیق ہو گئی۔ حدائق بخشش حصہ سوم کے نام سے بدایوں سے ایک مجموعہ شائع ہوا جس میں مولانا بریلوی کا عربی، اردو اور فارسی کلام شامل ہے مگر اس میں کچھ کلام الحاقی بھی معلوم ہوتا ہے۔ جناب شمس بریلوی نے تینوں حصوں کا مستند انتخاب اپنے فاضلانہ مقدمہ کے ساتھ مرتب کیا ہے جو مدینہ پبلشنگ، کراچی نے ۱۹۷۶ء میں شائع کر دیا ہے۔

مولانا عبدالقادر بدایونی (م ۱۳۱۹ھ/۱۹۰۱ء) کی منقبت میں چراغ انس (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) کے عنوان سے مولانا بریلوی نے ایک مدحیہ قصیدہ لکھا تھا جو پہلی بار تحفہ حنفیہ (پٹنہ) میں شائع ہوا[10] پھر مولانا حسن رضا خاں نے کتابی صورت میں بریلی سے شائع کیا۔ یہ قصیدہ ۷۰ اشعار پر مشتمل ہے۔ شاہ ابوالحسین نوری (م ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء) کی منقبت میں بھی ایک مدحیہ قصیدہ مشرقستان قدس کے عنوان سے لکھا تھا جو ماہنامہ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) میں شائع ہوا تھا۔[11] ایک نظم الاستمداد علی اجیال الارتداد (۱۳۳۰ھ/۱۹۱۰ء) کے عنوان سے لکھی۔ لائل پور سے ۱۹۷۶ء میں اس کا ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ کتاب الطاری الداری (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) کے تیسرے حصے میں مولانا بریلوی کے تقریباً ۲۰۰ عربی اور فارسی اشعار ملتے ہیں۔[12] مشہور عربی قصیدہ غوثیہ کی منظوم فارسی شرح لکھی جو قصیدہ مبارکہ غوثیہ مع ترجمہ منظوم (۱۳۲۱ھ/۱۹۰۳ء) کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے۔ اس میں ترجمہ و شرح کے مجموعی اشعار کی تعداد ۹۲ ہے۔

اردو اور فارسی کلام کی طرح مولانا بریلوی کا عربی کلام بھی منتشر ہے۔ ربیع الاول ۱۳۰۰ھ/

۹۔ تحفہ حنفیہ (پٹنہ)، ماہ صفر ۱۳۲۶ھ/۱۹۰۰ء، ص ۴۲

۱۰۔ تحفہ حنفیہ (پٹنہ)، شمارہ رمضان المبارک و شوال المکرم ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء ص ۳۹-۴۱

۱۱۔ تحفہ حنفیہ (پٹنہ) شمارہ ۱۱، ۱۲، جلد ۴ بحوالہ چراغ انس مطبوعہ بریلی ۱۳۱۸ء

۱۲۔ محمد مصطفیٰ رضا خاں: الطاری الداری، مطبوعہ بریلی

۔۔۔۔ میں مولانا نے عربی میں ایک حمدیہ نعت جو ۸۱ اشعار پر مشتمل ہے۔[13] فتاویٰ رضویہ[14]، ملفوظات[15]، حدائق بخشش وغیرہ میں ان کا عربی کلام بکھرا پڑا ہے۔ ڈاکٹر حامد علی خاں (ریڈر شعبہ عربی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) نے مولانا بریلوی کی عربی پر ایک وقیع مقالہ لکھا ہے جس میں بعض دیگر مآخذ کی نشاندہی کی ہے اور بہت سے اشعار پیش کئے ہیں[16]۔ مولانا محمود احمد قادری (کانپور) مولانا بریلوی کے عربی کلام پر تحقیقی مقالہ لکھ رہے ہیں، انہوں نے کئی سو اشعار جمع کر لئے ہیں[17]۔ مولانا بریلوی نے آمال الابرار کے نام سے بھی ایک عربی قصیدہ لکھا تھا جو ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں پٹنہ کے عظیم الشان اجلاس میں پڑھ کر سنایا گیا۔ مولانا بریلوی کو تاریخ گوئی میں بڑا ملکہ حاصل تھا۔ مولانا ظفر الدین بہاری نے لکھا ہے:۔

"انسان جتنی دیر میں کوئی مفہوم لفظوں میں ادا کرتا ہے اعلیٰ حضرت اتنی ہی دیر میں بے تکلف تاریخی مادّے اور جملے فرمایا کرتے تھے۔"[19]

مولانا بریلوی کی تقریباً تمام تصانیف کے نام تاریخی ہیں۔ اپنے والد مولانا محمد نقی علی خاں کی وفات پر عربی میں ۱۷ تاریخی مادّے کہے[20]۔ مولانا محمد اسمٰعیل (م ۱۲۱۰ھ) کی وفات پر دو عربی قطعات کہے

۱۳۔ (الف) احمد رضا خاں: العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، جلد اول، ص ۳۰

(ب) محمد یٰسین اختر: المدیح النبوی (عربی) مطبوعہ سرائے میر ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء ص ۱۶

۱۴۔ احمد رضا خاں: العطایا النبویہ، جلد اول، ص ۳۱، ۳۵

۱۵۔ احمد رضا خاں: الملفوظ (۱۳۳۸ھ/۱۹۱۹ء)، جلد دوم، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۹ء

۱۶۔ احمد رضا خاں: الاجازۃ الرضویہ مشمولہ رسائل رضویہ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ، ص ۲۸۲، ۲۸۶، ۲۸۸، ۲۹۰ اور ۲۹۲

۱۷۔ انوار رضا، مطبوعہ لاہور، ص ۵۳۳، ۵۳۲

۱۸۔ مکتوب محررہ ۱۸ فروری ۱۹۷۵ء

۱۹۔ ظفر الدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، ص ۱۳۲

۲۰۔ ایضاً، ص ۱۰

ان اشعار کی تعارفی عبارت بھی تاریخی مادوں پر مشتمل ہے۔ اشعار کی مجموعی تعداد ۲۵ ہے۔[21] ہندوستان
کے مشہور بیرسٹر قاضی عبدالودود پٹنہ کے والد قاضی عبدالوحید مولانا بریلوی کے خلیفہ تھے۔ ان کے انتقال (۲۶
۱۹۰۰ء) پر جنازے میں شریک تھے، راستہ ہی میں عربی میں قطعہ تاریخ کہا جو تحفہ حنفیہ میں توضیحی نوٹ کے سا
شائع کیا گیا۔[22] پیر عبدالغنی کی وفات (۱۲ شوال ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء) پر دس عربی اشعار پر مشتمل ایک قط
تاریخ کہا۔[23] مولانا محمد عبدالکریم جبل پوری کی وفات (۱۳۱۷ھ) پر ایک عربی قطعہ تاریخ کہا۔[24] الغرض مولانا بریلو
کے عربی، فارسی اور اردو اشعار کا ایک بڑا ذخیرہ مخزونہ منتشر ہے۔ کلیات رضا کے نام سے کوئی فاضل اس منتش
کلام کو جمع کریں تو یہ ایک ادبی خدمت ہوگی۔

مولانا بریلوی نے باخبری و خود آگاہی کے ساتھ نعتیں کہی ہیں، انہوں نے نعت کہتے وقت متقدمین و
متاخرین علماء و شعراء کی نگارشات پر نظر رکھی ہے اور بڑی احتیاط کے ساتھ اس میدان میں اترتے ہیں۔ یہ
وجہ ہے کہ اگر کسی نے ان کی نعت کے کسی لفظ کی معنویت پر اعتراض کیا تو انہوں نے اس کا فوری طور پر شا
جواب دیا مثلاً ۸ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء کو کانپور سے ایک صاحب محمد آصف نے لکھ کر دیوان حدا
بخشش کے مصرعے

حاجیو! آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو

میں لفظ شہنشاہ کا استعمال مناسب نہیں اس لئے اس کو یوں بدل دیا جائے ع

حاجیو! آؤ مرے شاہ کا روضہ دیکھو[25]

۲۱۔ ایضاً، ص ۱۳۴ تا ۱۳۵

۲۲۔ تحفہ حنفیہ (پٹنہ)، شمارہ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء، ص ۳۱

۲۳۔ الرضا (بریلی)، شمارہ ذوالقعدہ ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۲۰ء، ص ۳

۲۴۔ مکتوب مولانا برہان الحق جبل پوری محررہ ۲۰ جولائی ۱۹۷۸ء از جبل پور۔

۲۵۔ احمد رضا خاں: نقد شہنشاہ و ان القلوب بید المحبوب بعطاء اللہ (۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء) مطبوعہ

مولانا بریلوی نے لفظ شہنشاہ کو صحیح قرار دیتے ہوئے مندرجہ ذیل شعرا و صوفیہ اور علماء کے اشعار اور نگارشات سے استدلال کیا :-

امام رکن الدین ابوبکر محمد بن ابی المفاخر بن عبدالرشید کرمانی، علامہ خیرالدین زرکلی، مولانا جلال الدین رومی، شیخ مصلح الدین سعدی، حضرت امیر خسرو، مولانا جامی، حافظ شیرازی، مولانا نظامی، شیخ شہاب الدین وغیرہ وغیرہ۔

ان حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شہنشاہ، ملک الملوک اور سلطان السلاطین وغیرہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔

اسی طرح گڑھی اختیار خاں (تحصیل خانپور سابق ریاست بہاولپور) سے محمد یار نامی ایک صاحب نے ۹ شعبان ۱۳۲۳ھ کو مولانا بریلوی کو خط لکھا کہ ایک محفل میں جب ان کا مشہور قصیدہ معراجیہ[۲۶] پڑھا گیا تو بعض حضرات نے ان اشعار پر اعتراض کیا جن میں بیت اللہ کو دلہن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دولہا سے تشبیہ دی ہے۔ صاحب موصوف نے مولانا بریلوی سے اس اعتراض کا جواب چاہا۔ مولانا بریلوی نے فوری طور پر جواب ارسال کیا اور اپنے موقف کی تائید میں مختلف کتابوں سے شواہد و نظائر اور آثار و اخبار پیش کیے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، بیت اللہ شریف اور جنت کو دولہا اور دلہن سے تشبیہ دی گئی ہے۔ ان کتابوں کے نام یہ ہیں :-

تاریخ بغداد، معجم اوسط، مسند امام احمد، مواہب لدنیہ، مطالع المسرات، شعب الایمان، مستدرک حاکم، صحیح ابن خزیمہ، سنن بیہقی، قوت القلوب، احیاء العلوم، نہایہ، کتاب التذکرہ، مدارج النبوۃ وغیرہ وغیرہ۔[۲۷]

۲۶۔ قصیدہ معراجیہ، مسلم یونیورسٹی پریس، علی گڑھ سے چھپ کر شائع ہوا تھا۔ غالباً پروفیسر سید سلیمان اشرف (صدر شعبۂ دینیات) نے چھپوایا تھا۔ موصوف مولانا بریلوی کے خلیفہ تھے۔ (مسعود)

۲۷۔ احمد رضا خاں : تجب العوارعن مخدوم بہار، مطبوعہ لاہور، ص ۲۰ - ۲۹

ایسا باخبر اور حاضر دماغ شاعر جو اپنے کلام کے ایک ایک لفظ کا حساب رکھتا ہو اور لفظی و معنوی اعتراضات کے جواب میں دلائل و براہین کے انبار لگا دے شاذ و نادر ہی نظر آئے گا۔ اور نہ صرف اپنے کلام کے الفاظ بلکہ اپنے مخدومین کے کلام کا بھی حساب رکھتا ہو۔ ذی الحجہ ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۹ء میں حیدر آباد دکن سے مولانا محمد ابراہیم قادری نے لکھا کہ مولانا وکیل احمد سکندر پوری قصیدۂ غوثیہ کی شرح لکھ رہے ہیں جس میں قصیدے کی عربیت پر معترضین کے اعتراضات کا جواب دیں گے آپ بھی کچھ نکات بیان فرمائیں۔ جواباً مولانا بریلوی نے اکابر ائمہ اور علماء کبار کی تصانیف سے ۲۰ مثالیں پیش کیں جن میں قواعد عربی کا لحاظ نہیں رکھا گیا تھا۔[۲۸] اس سے متون عربی پر مولانا بریلوی کی گہری نظر کا اندازہ ہوتا ہے۔ مولانا بریلوی نے لکھا کہ قصیدۂ غوثیہ میں اول تو قواعد کے خلاف کوئی شعر نہیں اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو اکابر کی نگارشات میں یہ چیز موجود ہے۔ مولانا بریلوی کی سخن سنجی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ وہ متقدمین و متاخرین شعراء کے کلام کے مزاج شناس تھے۔ مارہرہ (یو۔پی بھارت) سے سید نور عالم شاہ نے لکھا کہ مرزا محمد رفیع سودا کا ایک شعر احباب میں زیر بحث آیا، نہ کوئی سمجھ سکا اور نہ سمجھا سکا، آپ کچھ روشنی ڈالیں۔ شعر یہ تھا:

ہوا جب کفر ثابت ہے وہ تمغائے مسلمانی
نہ ٹوٹی شیخ سے زنار تسبیح سلیمانی

سید نور عالم کا خط بریلی پہنچا، مولانا امجد علی اعظمی نے پڑھ کر سنایا، مولانا بریلوی نے اسی وقت شعر کی شرح لکھوا کر بھجوا دی۔ شرح پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ان نکات کی طرف سودا کا خیال بھی نہ گیا ہوگا جو مولانا بریلوی نے برجستگی کے ساتھ بیان کر دیے اور شعر کو پستی سے بلندی پر پہنچا دیا۔[۲۹]

مولانا بریلوی کی شاعری پر ہندوستان اور پاکستان میں بہت سے مقالات لکھے گئے ہیں، اب تک

۲۸۔ احمد رضا خان : الزمزمۃ القمریہ فی الذب عن الخمریہ (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء) مطبوعہ لاہور، ص ۱۴

۲۹۔ یہ شرح الملفوظ، حصہ دوم (مطبوعہ کراچی) کے صفحہ ۳۲ سے ۴۳ تک پھیلی ہوئی ہے۔ (مسعود)

تقریباً ۲۰ مقالات شائع ہو چکے ہیں[۳۰] اور بہت سے منتظر اشاعت ہیں۔ بعض حضرات نے محدث بریلوی کی شاعری پر مستقل رسالے اور کتابیں لکھی ہیں جن میں قابل ذکر یہ ہیں:۔

۱۔ شمس بریلوی : اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام کا تحقیقی اور ادبی جائزہ، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء

۲۔ شاعر لکھنوی : تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی کا منصب، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

۳۔ اختر الحامدی : امام نعت گویاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

۴۔ محمد وارث جمال : امام شعر و ادب، مطبوعہ الٰہ آباد ۱۹۷۸ء

۵۔ ڈاکٹر الٰہی بخش : عرفان رضا، (قلمی)، مؤلفہ ۱۹۷۹ء

(۶)

مندرجہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا بریلوی علم قرآن، علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ و سیاست اور ادب و شاعری میں ید طولیٰ رکھتے تھے، بہت سے علوم و فنون قدیمہ و جدیدہ میں ان کو کمال حاصل تھا اور وہ اس صدی کے ممتاز علماء میں تھے۔ وہ ۱۲۷۲ھ/۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے اور ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء کو جمعہ کے دن بریلی میں انتقال کیا، وہ تقریباً ۶۵ سال اس دنیا میں رہے اور نصف صدی سے زیادہ عرصہ تک اسلام اور ملت اسلامیہ کی خدمت کرتے رہے۔ ان کی یادگار صاحب علم و فضل ان کے فرزند مولانا حامد رضا خاں (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) اور مولانا محمد مصطفٰے رضا خاں (م ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۱ء) بہت سے تلامذہ[۳۱]، بکثرت خلفاء[۳۲] اور بیشمار تصانیف ہیں۔ اس مختصر مقالے میں گنجائش نہیں ورنہ مولانا بریلوی

۳۰۔ تفصیلات کے لئے مطالعہ کریں:۔

(الف) المیزان (بمبئی) امام احمد رضا نمبر، ص ۵۳۵ - ۵۲۹

(ب) انوار رضا (لاہور) ص ۵۳۳ - ۶۴۳

(ج) اختر الحامدی: امام نعت گویاں، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء، ص ۲۰ - ۲۱

۳۱۔ تلامذہ کے حالات کے لئے مندرجہ ذیل ماخذ سے رجوع کریں:۔

(الف) محمود احمد قادری: تذکرۂ علمائے اہل سنت، مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

(حاشیہ باقی اگلے صفحہ پر)

کے فرزندان، تلامذہ و خلفاء کے بارے میں تفصیلاً عرض کیا جاتا، سر دست صرف تصانیف کے بارے میں مجملاً عرض کیا جاتا ہے۔

مولانا کثیر التصانیف عالم تھے مگر کثیر التصانیف ہونا فی نفسہ کوئی خوبی نہیں جب تک یہ معلوم ہو کہ مصنف کا تحقیقی معیار کیا ہے، وہ رطب و یابس بیان کرنے کا تو عادی نہیں۔ مولانا بریلوی نے تحقیق و ریسرچ سے متعلق بعض نکات پیش کئے ہیں۔ یہاں ان میں سے بعض نکات بیان کئے جاتے ہیں جس سے اندازہ ہوگا کہ ان کا معیار تحقیق کتنا بلند ہے۔

تحقیق و ریسرچ میں صحت نسخ اور صحت متون کو اساسی اہمیت حاصل ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ محققین بھی اس کی پروا نہیں کرتے اور ہر چھپی ہوئی کتاب سے استفادہ کر کے استدلال و استناد کرتے ہیں اور اس کے مندرجات کو بلا تامل مصنف سے منسوب کر دیتے ہیں۔ مولانا بریلوی اس معاملے میں بہت محتاط تھے۔ انہوں نے ایک مختصر رسالے میں صحت نسخ، صحت متون، اتصال سند، تواتر، تداول احتیاط، استدلال وغیرہ پر بحث کی ہے۔ صحت نسخ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

۱۔ کوئی کتاب یا رسالہ کسی بزرگ کے نام منسوب ہونا اس کے ثبوت قطعی کو مستلزم نہیں۔[۴۴]

بقیہ حاشیہ ص ۰

(ب) محمد عبدالحکیم شرف: تذکرہ اکابر اہل سنت، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء

(ج) محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان، مطبوعہ لاہور، حصہ اول ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء، حصہ دوم ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

۴۳۔ خلفاء کے حالات کے لئے مندرجہ بالا ماخذ کے علاوہ مندرجہ ذیل ماخذ سے بھی رجوع کریں۔

(الف) محمد صادق قصوری: خلفائے اعلیٰ حضرت، جلد اول (قلمی) مخزونہ مرکزی مجلس رضا، لاہور

(ب) محمد صادق قصوری: خلفائے اعلیٰ حضرت، جلد دوم (قلمی)، مخزونہ مرکزی مجلس رضا، لاہور

(ج) مفتی محمد برہان الحق: اکرامات [illegible] بر بندۂ ادنیٰ برہان، مؤلفہ ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء (قلمی) مخزونہ دارالسلام، جبل پور۔ [illegible] امام احمد رضا کے نام سے مرکزی مجلس رضا [illegible] شائع کر رہی ہے۔ مسعود

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

۲۔ کسی کتاب کا ثابت ہونا اس کے ہر فقرے کا ثابت ہونا نہیں[۳۳]۔

اتصال سند پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

۱۔ علماء کے نزدیک ادنیٰ درجہ ثبوت یہ تھا کہ ناقل کے لئے مصنف تک سند مسلسل متصل بذریعہ ثقات ہو[۳۴]۔

۲۔ اگر ایک اصل تحقیق معتمد سے اس نے مقابلہ کیا ہے تو یہ بھی کافی ہے یعنی اصول معتمدہ متعددہ سے مقابلہ زیادت احتیاط ہے، یہ اتصال سند اصل وہ شے ہے جس پر اعتماد کر کے مصنف کی طرف نسبت جائز ہو سکے[۳۵]۔

تواتر پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

۱۔ کتاب کا چھپ جانا اسے متواتر نہیں کر دیتا کہ چھاپے کی اصل وہ نسخہ ہے جو کسی الماری میں ملا۔ اس سے نقل کر کے کاپی ہوئی[۳۶]۔

۲۔ متعدد بلکہ کثیر وہ افر قلمی نسخے موجود ہوں ابھی ثبوت تواتر کو بس نہیں جب تک ثابت نہ ہو کہ یہ سب

بقیہ حاشیہ ص ۹

۳۳۔ احمد رضا خان : عجب العجاب عن مخدوم بہار ، مطبوعہ لاہور ، ص ۴

نوٹ۔ مولانا بریلوی کا یہ کہنا درست ہے کہ مصنف سے کتاب کی نسبت اس بات کی دلیل قطعی نہیں کہ واقعی وہ کتاب اسی کی ہے۔ عرصہ ہوا راقم لاہور سے مولانا انتظام اللہ قریشی کراچی آئے۔ ان کے اعزاز میں انجمن ترقی اُردو میں عصرانہ دیا گیا، راقم بھی مدعو تھا۔ قریشی صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ وہ ایک تحقیقی ادارے میں گئے جہاں لغت ترتیب دی جا رہی تھی اور صحت معنی کے لئے بعض مستند و مختلف دیوانوں سے شعر نقل کئے جا رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے محققین سے پوچھا کہ آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ جو قلمی یا شعر جس شاعر سے آپ نے منسوب کیا ہے، مطبوعہ یا قلمی دیوان میں ہونا اس کی دلیل نہیں۔ یہ سوال سن کر سب محققین خاموش ہو گئے۔ (مسعود)

۳۴۔ احمد رضا خان : عجب العجاب ، ص ۴

۳۵۔ احمد رضا خان : عجب العجاب ، مطبوعہ لاہور ، ص ۵

۳۶۔ ایضاً ، ص ۷

۳۷۔ ایضاً ، ص ۵

نسخے جدا جدا اصل مصنف سے نقل کیے گئے یا ان نسخوں سے جو اصل سے نقل ہوئے ورنہ ممکن کہ بعض نسخے محرف اس کی اصل ہوں، ان میں الحاق ہو اور پھر ان سے نقل، نقل در نقل ہو کر کثیر ہو گئے۔"(۳۸)

تداول پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

۱۔ "اور متاخرین نے کتاب کا علماء میں ایسا مشہور و متداول ہونا جس سے اطمینان ہو کہ اس میں تغیر و تحریف نہ ہوئی، اسے بھی مثل اتصال سند جانا ہے۔"(۳۹)

۲۔ "تداول کے یہ معنی کہ کتاب جب سے اب تک علماء کے درس و تدریس یا نقل و تمسک یا ان کے مطمح نظر رہی ہو جس سے روشن ہو کہ اس کے مقامات و مقالات علماء کے زیر نظر آچکے اور وہ بحالت موجودہ اسے مصنف کا کلام مانا کیے۔"(۴۰)

۳۔ "زبان علماء میں صرف وجود کتاب کافی نہیں کہ وجود و تداول میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔"(۴۱)

احتیاط نقل و استدلال پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

۱۔ "علماء نے فرمایا جو عبارت کسی تصنیف کے نسخے میں ملے اگر صحت نسخہ پر اعتماد ہے یوں کہ اس نسخہ کو خود مصنف یا کسی اور ثقہ نے خاص اصل مصنف سے مقابلہ کیا ہے یا اس نسخے سے جسے اصل پر مقابلہ کیا تھا، یوں ہی اس ناقل تک، تو یہ کہنا جائز ہے کہ مصنف نے فلاں کتاب میں یہ لکھا ورنہ جائز نہیں۔"(۴۲)

۲۔ "اس نسخہ صحیحہ معتمدہ سے جس کا مقابلہ اصل نسخہ مصنف یا اور ثقہ نے کیا وسائط زائد ہوں تو سب کا اسی طرح کے معتمدات ہونا معلوم ہو تو یہ بھی ایک طریقہ روایت ہے اور ایسے نسخے کی عبارت کو مصنف کا قول بتانا جائز ہے۔"(۴۳)

مندرجہ بالا معیار تحقیق سے مولانا بریلوی کی مصنفات و مؤلفات کی قدر و قیمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ مولانا رحمان علی نے د ۱۳۱۲ھ/۹۵-۱۸۹۴ء میں اپنی کتاب تذکرۂ علمائے ہند مرتب کی تو مولانا بریلوی کی

---

(۳۸) ایضاً، ص ۸ (۳۹) ایضاً، ص ۸ (۴۰) ایضاً، ص ۷-۶

(۴۱) ایضاً، ص ۸ (۴۲) ایضاً، ص ۹ (۴۳) ایضاً، ص ۵

تصانیف کی تعداد ۷۵ بتائی، اس وقت مولانا بریلوی کی عمر ۴۲ برس ہوگی۔[۴۴] ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء میں خود مولانا بریلوی نے یہ تعداد ۲۰۰ لکھی ہے۔[۴۵] ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء میں مولانا محمد ظفر الدین بہاری نے مولانا بریلوی کی تصانیف پر ایک رسالہ قلم بند کیا، اس میں پچاس مختلف علوم و فنون پر مولانا بریلوی کی ۳۵۰ تصانیف کا ذکر کیا ہے۔[۴۶] اور لکھا ہے کہ تلاش کیا جائے تو ۵۰ تصانیف اور نکلیں گی۔[۴۷] ان میں ۱۰۰ عربی ہیں، ۲۰ فارسی اور ۲۲۳ اردو۔ مولانا بریلوی کے صاحب زادے مولانا حامد رضا خاں نے لکھا ہے کہ ۴۰۰ سے زیادہ تصانیف ہیں۔[۴۸]

یہ اعداد و شمار مختلف اوقات میں مولانا بریلوی کی زندگی میں مرتب کئے گئے۔ انتقال کے بعد مولانا ظفر الدین بہاری نے شمار کیا تو یہ تعداد چھ سو سے زیادہ نکلی جس کا تفصیلی ذکر انہوں نے حیات اعلیٰ حضرت، جلد دوم میں کیا ہے۔[۴۹] ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء میں بمبئی سے ماہنامہ المیزان کا امام احمد رضا نمبر شائع ہوا ہے اس میں مولانا بریلوی کی پچاس علوم و فنون پر ۵۴۸ تصانیف کا ذکر کیا ہے۔[۵۰] مفتی اعجاز ولی خاں (م ۱۳۹۲ھ/ ۱۹۷۲ء) نے مزید تحقیق کی تو یہ تعداد ہزار سے متجاوز ہوگئی۔ انہوں نے مولانا بریلوی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے :۔

صاحب التصانیف العالیہ والتالیفات الباہرہ التی بلغت اعدادھا فوق الالف۔[۵۱]

ایک باوثوق اطلاع کے مطابق مولانا بریلوی کی مطبوعہ تصانیف کے پورے اعداد و شمار خانقاہ برکاتیہ

۴۴۔ رحمان علی : تذکرۂ علمائے ہند، مطبوعہ لکھنؤ ۱۳۳۲ھ/ ۱۹۱۴ء ص ۱۸

۴۵۔ احمد رضا خاں : رسائل رضویہ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور، ۲۰۲، ۲۳۳

۴۶۔ ظفر الدین بہاری : المجمل المعدد لتالیفات المجدد، مطبوعہ پٹنہ

۴۷۔ ایضاً، ص ۳

۴۸۔ حامد رضا خاں : حاشیہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، مطبوعہ کراچی، ص ۱۴۹ (ب) احمد رضا خاں : مکتوب بنام مولانا قاضی غلام الیٰسین، مطبوعہ ماہنامہ اعلیٰ حضرت (بریلی)، شمارہ مئی ۱۹۶۵ء، ص ۱۰

۴۹۔ ظفر الدین بہاری : حیات اعلیٰ حضرت، جلد اوّل، مطبوعہ کراچی، ص ۱۲

۵۰۔ المیزان (بمبئی)، ۱۳۹۶ھ/ ۱۹۷۶ء، ص ۲۰۷ - ۲۲۴

۵۱۔ (الف) اعجاز ولی خاں : ضمیمہ المعتقد المنتقد، مطبوعہ لاہور، ص ۲۴۶
(ب) محمود احمد قادری : تذکرۂ علمائے اہل سنت، مطبوعہ کانپور ۱۳۹۱ھ/ ۱۹۷۱ء، ص ۳۷

مارہرہ (یو۔پی۔ انڈیا) میں محفوظ ہیں۔[۵۲] دوسری اطلاع کے مطابق دارالعلوم اشرفیہ (مبارک پور، اعظم گڑھ، انڈیا) کے فاضل مولانا محمد الیسین نعمانی نے مولانا بریلوی کی تصانیف کی تفصیلی فہرست پوری تحقیق و تلاش کے بعد مرتب کی ہے۔[۵۳]

تصانیف کے علاوہ مولانا بریلوی کے بہت سے حواشی و شروح بھی ہیں جس کا انھوں نے خود ذکر کیا ہے۔[۵۴] مولانا ہدایت الرسول لکھنوی (م ۱۳۳۴ھ/۱۹۱۵ء) نے ان حواشی و شروح کا مطالعہ کیا اور اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے لکھا کہ مولانا بریلوی کے حواشی خود ان کے افاضات و افادات ہوتے ہیں۔[۵۵] مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری نے حواشی و شروح کی تعداد مرتب کی ہے جو ڈیڑھ سو تک پہنچتی ہے۔[۵۶]

اس مختصر مقالے میں مولانا بریلوی کی تمام تصانیف کا استقصاء تقریباً ناممکن ہے۔ تصانیف کی تفصیلات اور سیر حاصل تبصرے کے لئے ایک مبسوط کتاب کی ضرورت ہے۔ مولانا بریلوی کے مدرسے دارالعلوم منظر اسلام (بریلی) کے کتب خانے میں بہت سی قلمی تصانیف ہیں۔ ماہنامہ اعلیٰ حضرت (بریلی) میں[۵۷] اس علمی ذخیرے سے ۴۴ علوم و فنون پر تقریباً ۷۵ کتابوں کی تفصیلات درج ہیں۔ ان میں قلمی کتابوں میں بہت سی مولانا بریلوی کی خود نوشتہ ہیں۔ یہاں چند علوم و فنون پر متعدد قلمی تصانیف کا ذکر کیا جاتا ہے: جن میں سے بعض شائع ہو چکی ہیں۔

علم فقہ

۱۔ شمائم العنبر فی ادب النداء امام المنبر (عربی)، ۱۳۳۳ھ/۱۵-۱۹۱۴ء

۲۔ حسن التعمم لبیان حد التیمم (اردو)، ۱۳۳۵ھ/۱۷-۱۹۱۶ء۔

۳۔ الکشف شافیا فی حکم فونو کرافیا (اردو)، ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء

۵۲۔ مکتوب مولانا محمود احمد قادری بنام حکیم محمد موسیٰ امرتسری، محررہ ۱۵ فروری ۱۹۷۵ء

۵۳۔ محمد الیسین اختر اعظمی: امام احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں، مطبوعہ الٰہ آباد ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء، حاشیہ ص ۴۲

۵۴۔ احمد رضا خاں: رسائل رضویہ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور، ص ۳۰۹

۵۵۔ ظفر الدین بہاری: حیات اعلیٰ حضرت، جلد اول، مطبوعہ کراچی، ص ۱۳۸

۵۶۔ حاشیہ فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء، ص ۸۳

۵۷۔ اعلیٰ حضرت (بریلی)، شمارہ اکتوبر و دسمبر ۱۹۶۲ء

ریاضی

۴۔ المعنی المجلی، (فارسی)، ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء

۵۔ وجوہ زوایا مثلث کروی، (فارسی)، ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء

۶۔ بحث المعادلہ ذات الدرجۃ الثانیہ، (عربی)، ۱۳۳۱ھ/ ۱۳-۱۹۱۲ء

۷۔ زوایۃ الاختلاف المنظر ۱۳۳۳ھ/ ۱۵-۱۹۱۴ء

جبر و مقابلہ

۸۔ رسالہ جبر و مقابلہ (فارسی)، ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء

۹۔ حل مساوات ہائے درجہ سوم (فارسی)، ۱۳۳۰ھ/ ۱۲-۱۹۱۱ء

۱۰۔ حل المعادلات لقوی المکعبات (فارسی)

تکسیر

۱۱۔ ۱۱۵۲ مربعات، (اردو)، ۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء

مثلث

۱۲۔ رسالہ در علم مثلث (فارسی)، ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء

۱۳۔ تلخیص علم مثلث کروی (فارسی)، ۱۳۳۱ھ/ ۱۳-۱۹۱۲ء

ہیأۃ

۱۴۔ استخراج وصول قمر الخ (فارسی)، ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء

۱۵۔ الکسری العشری، (عربی)، ۱۳۳۱ھ/ ۱۳-۱۹۱۲ء

۱۶۔ معدن علومی در سنین، ہجری و عیسوی و رومی (اردو)، ۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء

۱۷۔ طلوع و غروب کواکب و قمر (اردو)، ۱۳۳۶ھ/ ۱۹-۱۹۱۸ء

۱۸۔ قانون رویت اہلہ (اردو)، ۱۳۳۶ھ/ ۱۹-۱۹۱۸ء

۱۹۔ رویت الہلال (اردو)، ۱۳۳۸ھ/ ۲۰-۱۹۱۹ء

توقیت

۲۰- البرہان القویم علی العرض والتقویم (فارسی)، ۱۳۲۱ھ/ ۳-۱۹۰۴ء

۲۱- تسہیل تعدیل (اردو)، ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء

۲۲- الجمل الدائرہ فی خطوط الدائرہ (فارسی)، ۱۳۳۰ھ/ ۱۲-۱۹۱۱ء

۲۳- اوقات صلوۃ مکہ معظمہ (اردو)، ۱۳۳۱ھ/ ۱۳-۱۹۱۲ء

۲۴- استخراج تقویمات کواکب (فارسی)، ۱۳۳۱ھ/ ۱۳-۱۹۱۲ء

۲۵- طلوع وغروب نیرین (اردو)، ۱۳۳۲ھ/ ۱۴-۱۹۱۳ء

۲۶- جدول کواکب وتعدیل الایام (اردو)، ۱۳۳۸ھ/ ۲۰-۱۹۱۹ء

ارثماطیقی

۲۷- الموہبات فی المربعات ۱۳۱۹ھ/ ۲-۱۹۰۱ء

رد فلسفہ قدیمہ

۲۸- الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لوہاء الفلسفۃ المشئمۃ ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء

رد فلسفہ جدیدہ

۲۹- فوز مبین در حرکت زمین (اردو) ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء

۳۰- معین مبین، بہر دور شمس وسکون زمین (اردو) ۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء

جفر

۳۱- الجداول الرضویہ لاعمال الجفریہ (عربی)، ۱۳۲۲ھ/ ۵-۱۹۰۴ء

۳۲- الرسائل الرضویہ لمسائل الجفریہ (عربی)، ۱۳۲۲ھ/ ۵-۱۹۰۴ء

۳۳- اجل الکتب فی جمیع المنازل (عربی)، ۱۳۳۱ھ/ ۱۳-۱۹۱۲ء

نجوم

۳۴- مسئولیات اسہام (فارسی)، ۱۳۲۹ھ/ ۱۹۱۱ء

(۷)

مولانا بریلوی کی علمی شخصیت کا تقاضا ہے کہ تحقیقی اداروں اور جامعات میں ان پر کام کیا جائے۔ مولانا بریلوی کے انتقال کے بعد نصف صدی تک کوئی قابلِ ذکر کام نہیں ہوا۔ ۱۹۷۰ء اور ۱۹۷۱ء کے درمیان قاضی عبدالنبی کوکب مرحوم (نگران شعبہ علوم شرقیہ، پنجاب یونیورسٹی لائبریری، لاہور) نے مقالاتِ یومِ رضا کے نام سے مختلف فضلاء کے مضامین و تاثرات تین حصوں میں جمع کرکے لاہور سے شائع کئے۔ پھر مرکزی مجلس رضا (لاہور) نے حکیم محمد موسیٰ امرتسری کی فعال قیادت میں کام کو آگے بڑھایا اور بہت سے مفید مقالات و رسائل شائع کئے۔ ادارۂ المیزان (بمبئی) اور تحریک حنفیہ لمیٹڈ (لاہور) نے بھی قابلِ قدر خدمات انجام دی ہیں۔ ہندوستان میں المجمع الاسلامی (مبارک پور، اعظم گڑھ) کی نگرانی میں مولانا بریلوی کا ردالمحتار پر عربی ضخیم حاشیہ جد الممتار حیدرآباد دکن میں چھپ رہا ہے۔ علی گڑھ میں مرکز تعلیمات اسلامی کی سرپرستی میں رضا ریسرچ سنٹر میں بھی کام شروع ہو رہا ہے۔ یہاں مولانا بریلوی کی تصانیف کے عربی، انگریزی اور فرانسیسی ترجمے شائع کرنے کا بھی اہتمام کیا جائے گا۔ پٹنہ یونیورسٹی (بھارت) میں حال ہی میں مولانا بریلوی کی فقاہت پر مولانا حسن رضا خاں نے کام کیا ہے جن کو ڈاکٹریٹ کی ڈگری مل گئی ہے، جیواجی یونیورسٹی (بھارت)، سندھ یونیورسٹی (پاکستان)، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی (پاکستان) میں بھی کام ہو رہا ہے۔

۱۹۷۵ء میں جامعہ ازہر مصر کے پروفیسر محی الدین الوائی (اہل حدیث) نے مولانا بریلوی پر ایک علمی مقالہ لکھا۔[۵۸] مفتی اعجاز ولی خاں، مولانا عبدالحکیم شرف، مولانا افتخار احمد وغیرہ نے مولانا بریلوی پر عربی میں تعارفی مضامین لکھے۔[۵۹] پھر مفتی سید شجاعت علی نے عربی میں ایک مبسوط سوانح لکھی۔[۶۰]

۵۸۔ صوت الشرق (قاہرہ) شمارہ فروری ۱۹۷۵ء

۵۹۔ (ا) فضل رسول بدایونی: المعتقد المنتقد، مطبوعہ لاہور، ص ۲۴۵ - ۲۴۳

(ب) احمد رضا خاں: اجلی الاعلام، مطبوعہ استنبول ۱۹۷۵ء، ص ۲ - ۴

(ج) احمد رضا خاں: الفضل الموہبی، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۷ء

۶۰۔ شجاعت علی قادری: مجدد الامۃ، مطبوعہ کراچی ۱۹۷۶ء

انگریزی میں امریکہ کی کیلیفورنیا یونیورسٹی (شعبۂ تاریخ) کی فاضلہ ڈاکٹر باربرا مٹکاف نے اپنے مقالے میں مولانا بریلوی پر اظہارِ خیال کیا ہے[۹۱] مگر انہوں نے عمیق مطالعہ نہیں کیا۔ ہالینڈ کی لیڈن یونیورسٹی (شعبۂ اسلامیات) کے پروفیسر جے ایم ایس بلیان بھی اس طرف متوجہ ہوئے ہیں اور دوسرے فتاویٰ کے ساتھ فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ الغرض پاک و ہند اور دوسرے ممالک کے محققین و علماء مولانا بریلوی کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں، پاکستان کے تحقیقی اداروں اور جامعات کو بھی اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔

---

(91)- THE REFORMIST ULEMA : MUSLIM RELIGIOUS LEADERSHIP IN INDIA 1860 — 1900 (BERKELEY, 1974)

ماخذ و مراجع

کتب

ابوالحسن علی ندوی : نزہۃ الخواطر و بہجۃ المسامع والنواظر، الجز الثامن، مطبوعہ حیدرآباد دکن ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء

احمد رضا خاں بریلوی : حدائق بخشش (۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء) حصہ اول و دوم، مطبوعہ کراچی

〃 〃 〃 〃 : رسائل رضویہ (مرتبہ مولانا محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری مظہری) جلد دوم، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء

〃 〃 〃 〃 : کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء)، مطبوعہ مرادآباد

〃 〃 〃 〃 : الفیوضات الملکیہ لمحب الدولۃ المکیہ (۱۳۲۶ھ/۱۹۰۸ء)، مطبوعہ کراچی

〃 〃 〃 〃 : النیرۃ الوضیۃ شرح الجوہرۃ المضیۃ (۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء)، مطبوعہ لکھنؤ

〃 〃 〃 〃 : النہی الاکید عن الصلوٰۃ وراء عدی التقلید (۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء)، مطبوعہ

〃 〃 〃 〃 : الہاد الکاف فی حکم الضعاف (۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء)، مطبوعہ بمبئی

〃 〃 〃 〃 : حاجز البحرین الواقی عن جمع الصلاتین (۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء)، مطبوعہ بریلی

〃 〃 〃 〃 : الفضل الموہبی فی معنی اذا صح الحدیث فہو مذہبی (۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء)، مطبوعہ بریلی

〃 〃 〃 〃 : الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)، مطبوعہ کراچی

〃 〃 〃 〃 : کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم (۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء)، مطبوعہ لاہور

〃 〃 〃 〃 : العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، جلد اول، مطبوعہ لاہور

〃 〃 〃 〃 : العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، جلد سوم، مطبوعہ مبارک پور

〃 〃 〃 〃 : العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ، جلد چہارم، مطبوعہ لائل پور

〃 〃 〃 〃 : رسائل رضویہ (مرتبہ مولانا محمد عبدالحکیم اختر شاہجہانپوری مظہری) جلد اول، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

احمد رضا خاں بریلوی : حسام الحرمین، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۵ھ/ ۱۹۷۵ء

〃 〃 〃 〃 : الکلمۃ الملہمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ لوہا فلسفۃ المشئمۃ (۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء)، مطبوعہ دہلی

〃 〃 〃 〃 : معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین (۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء)، مطبوعہ بریلی

〃 〃 〃 〃 : نزول آیات فرقان بسکون زمین و آسمان (۱۳۳۸ھ/ ۱۹۱۹ء)، مطبوعہ لکھنؤ

〃 〃 〃 〃 : البیان شافیا لفونوغرافیا (۱۳۲۶ھ/ ۱۹۰۸ء)، مطبوعہ کانپور

〃 〃 〃 〃 : التنبیہ الاٰئیقۃ فی فتاویٰ افریقہ (۱۳۳۶ھ/ ۱۹۱۷ء)، مطبوعہ بریلی

〃 〃 〃 〃 : اعلام الاعلام بان ہندوستان دار الاسلام (۱۳۰۶ھ/ ۱۸۸۸ء)، مطبوعہ لاہور

〃 〃 〃 〃 : اعز الاکتناہ فی رد صدقۃ مانع الزکوٰۃ (۱۳۰۹ھ/ ۱۸۹۱ء)، مطبوعہ بریلی

〃 〃 〃 〃 : مقال العرفاء باعزاز شرع و علماء (۱۳۲۷ھ/ ۱۹۰۹ء)، مطبوعہ کراچی

〃 〃 〃 〃 : الزبدۃ الزکیہ لتحریم سجود التحیہ (۱۳۳۷ھ/ ۱۹۱۸ء)، مطبوعہ بریلی

〃 〃 〃 〃 : شفاء الوالہ فی صور الحبیب و مزارہ و نعالہ (۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء)، مطبوعہ بریلی

〃 〃 〃 〃 : الحجۃ الفائحۃ لطیب التعین والفاتحۃ (۱۳۰۷ھ/ ۱۸۸۹ء)، مطبوعہ بریلی

〃 〃 〃 〃 : مروج النجا لخروج النساء (۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۸ء)، مطبوعہ بریلی

〃 〃 〃 〃 : جلی الصوت لنہی الدعوت امام الموت (۱۳۱۰ھ/ ۱۸۹۲ء)، مطبوعہ لاہور

〃 〃 〃 〃 : جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء)، مطبوعہ لاہور

〃 〃 〃 〃 : بریق المنار بشموع المزار (۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۳ء)، مطبوعہ لاہور

〃 〃 〃 〃 : احکام شریعت، حصہ اوّل، مطبوعہ آگرہ

〃 〃 〃 〃 : مسائل سماع : مطبوعہ لاہور

〃 〃 〃 〃 : مواہب ارواح القدس لکشف حکم العرس (۱۳۲۴ھ/ ۱۹۰۶ء)، مطبوعہ لاہور

〃 〃 〃 〃 : ہادی الناس فی رسوم الاعراس (۱۳۱۲ھ/ ۱۸۹۴ء)، مطبوعہ لاہور

〃 〃 〃 〃 : انفس الفکر فی قربان البقر (۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۱ء)، مطبوعہ بریلی

〃 〃 〃 〃 : تدبیر فلاح و نجات و اصلاح (۱۳۳۱ھ/ ۱۹۱۲ء)، مطبوعہ لاہور

〃 〃 〃 〃 : دوام العیش فی الائمۃ من القریش (۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء)، مطبوعہ بریلی

احمد رضا خاں بریلوی: الحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ (۱۳۳۸ھ/۱۹۲۰ء) مطبوعہ بریلی

〃 〃 〃 〃 : حدائق بخشش، حصہ سوم، مطبوعہ بدایوں

〃 〃 〃 〃 : قصیدہ چراغ انس (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء) مطبوعہ بریلی ۱۳۱۸ھ

〃 〃 〃 〃 : قمر شہنشاہ (۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء) مطبوعہ لاہور

〃 〃 〃 〃 : مجتب العوار عن مخدوم بہار، مطبوعہ لاہور

〃 〃 〃 〃 : الزمزمۃ القمریۃ فی الذب عن الخمریۃ (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء) مطبوعہ لاہور

〃 〃 〃 〃 : اجلی الاعلام، مطبوعہ استانبول، ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء

احمد سرہندی، شیخ: مکتوبات، دفتر اول حصہ دوم، مطبوعہ امرتسر ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۳ء

اختر الحامدی: امام نعت گویاں، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء

اعجاز ولی خاں، مفتی: المعتقد المنتقد (ضمیمہ)، مطبوعہ لاہور

الٰہی بخش اعوان، ڈاکٹر: عرفان رضا، مطبوعہ الہ آباد، ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

بدر الدین سرہندی، خواجہ: مجمع الاولیاء، مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری، لندن، مخطوطہ نمبر ۶۴۵

برہان الحق جبل پوری، مفتی: اکرام امام احمد رضا، مطبوعہ لاہور، ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

جہانگیر وغیرہ: تزک جہانگیری، مطبوعہ لاہور ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۰ء

خدا بخش اظہر: مسلم لیگ، مطبوعہ لاہور ۱۳۵۹ھ/۱۹۴۰ء

رحمان علی، مولانا: تذکرہ علمائے ہند، (ترجمہ اردو)، مطبوعہ کراچی ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء

سید محمد محدث: خطبہ صدارت جمہوریہ اسلامیہ، مطبوعہ مراد آباد ۱۳۶۶ھ/۱۹۴۶ء

شاعر لکھنوی: تاریخ نعت گوئی میں حضرت رضا بریلوی کا منصب، مطبوعہ لاہور ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء

شجاعت علی قادری: مجدد الامۃ، مطبوعہ کراچی، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

شرکت حنفیہ: انوار رضا، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

شمس بریلوی: اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام کا تحقیقی اور ادبی جائزہ، مطبوعہ کراچی ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء

ظفر الدین بہاری: الجمل المعدد لتالیفات المجدد، مطبوعہ پٹنہ ۱۳۲۷ھ/۱۹۰۹ء

〃 〃 〃 : حیات اعلیٰ حضرت (۱۹۳۸ء ۔ ۱۹۵۰ء)، مطبوعہ کراچی

عبدالقادر بدایونی، مُلّا: منتخب التواریخ، جلد دوم، مطبوعہ لاہور، ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۲ء

غلام رسول مہر: ۱۸۵۷ء کے مجاہد، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

فضل رسول بدایونی: المستند المعتمد، مطبوعہ لاہور

محمد اقبال ڈاکٹر: تشکیل جدید الہیات (ترجمہ سید نذیر نیازی)، مطبوعہ لاہور، ۱۳۷۵ھ/۱۹۵۵ء

محمد جلال الدین قادری: خطبات آل انڈیا سُنی کانفرنس، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

محمد سلیمان اشرف بہاری: النور، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء

محمد عبدالحکیم شرف قادری: تذکرہ اکابر اہلِ سُنّت، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء

محمد عبدالقدیر: ہندو مُسلم اتحاد پر کھُلا خط مہاتما گاندھی کے نام، مطبوعہ علی گڑھ، ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۵ء

محمد صادق قصوری: اکابر تحریک پاکستان، حصہ اوّل، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء

" " " : اکابر تحریک پاکستان، حصہ دوم، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

" " " : خُلفائے اعلیٰ حضرت، جلد اوّل و دوم (قلمی)، مخزونہ مرکزی مجلس رضا، لاہور

محمد مسعود احمد: فاضل بریلوی عُلمائے حجاز کی نظر میں، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

" " : تحریک آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

محمد مصطفےٰ رضا خاں: الطاری الداری لہفوات عبدالباری (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء)، مطبوعہ بریلی

" " " : ملفُوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ سوم، مطبوعہ علی گڑھ

" " " : ملفُوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ دوم، مطبوعہ کراچی

" " " : ملفُوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ اوّل، مطبوعہ کراچی

محمد نعیم الدین مُرادآبادی: خزائن العرفان فی تفسیر القرآن، مطبوعہ مُرادآباد

محمد وارث جمال: امام شعر و ادب، مطبوعہ الٰہ آباد، ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

محمد یٰسین اختر اعظمی: المدیح النبوی (عربی)، مطبوعہ سرائے میر، ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

" " " : امام احمد رضا اربابِ علم و دانش کی نظر میں، مطبوعہ الٰہ آباد، ۱۳۹۷ھ/۱۹۷۷ء

محمود احمد قادری: تذکرہ عُلمائے اہلِ سُنّت، مطبوعہ کانپور، ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

منوّر حسین: ملفُوظاتِ امیرِ ملّت، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء

ANWAR ALI SYED: MYSTICS AND MONARCHS,
KARACHI-1979.

ABDUL RASHID, MIAN:
ISLAM IN INDO-PAK SUBCONTINENT,
LAHORE, 1977.

BARBARA D. METCALF: THE REFORMIST ULEMA:
MUSLIM RELIGIOUS LEADERSHIP IN INDIA, 1860-1900
(BERKELEY, 1974).

GIULIO BASETTI SANI: PROPHET OF INTER-RELIGIOUS RECONCILIATION, CHICAGO, 1974.

ISHTIAQUE HUSSAIN QURESHI:
ULEMA IN POLITICS, KARACHI, 197

رسائل

اردوئے معلّٰی (علی گڑھ)	جون ۱۹۱۲ء / ۱۳۳۰ھ
پاسبان (الٰہ آباد)	جولائی ۱۹۶۹ء / ۱۳۹۹ھ
تحفۂ حنفیہ (پٹنہ)	ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۸ء
〃 〃 〃	محرم ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء
〃 〃 〃	صفر ۱۳۲۶ھ / ۱۹۰۸ء
〃 〃 〃	رمضان المبارک و شوال ۱۳۱۸ھ / ۱۹۰۰ء
الرضا (بریلی)	ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ / ۱۹۲۰ء
السواد الاعظم (مراد آباد)	جمادی الاوّل ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء
〃 〃 〃 〃	شعبان ۱۳۳۹ھ / ۱۹۲۱ء
عقیدت (نئی دہلی)	جولائی و اگست ۱۹۶۳ء / ۱۳۸۲ھ
صوت الشرق (قاہرہ)	فروری ۱۹۷۵ء / ۱۳۹۵ھ
المیزان (بمبئی) امام احمد رضا نمبر	مارچ ۱۳۹۶ھ / ۱۹۷۶ء

مُصنّف کی دُوسری مُصنّفات و مؤلّفات و تراجم

تصانیف

نمبر شمار	عنوانِ کتاب	مقامِ طباعت	سنِ طباعت
۱۔	شاہ محمد غوث گوالیاری	میرپور خاص	سنہ ۱۹۶۴ء
۲۔	تذکرہ مظہر مسعود	کراچی	سنہ ۱۹۶۹ء
۳۔	فاضلِ بریلوی اور ترکِ موالات	لاہور	سنہ ۱۹۷۰ء
۴۔	فاضلِ بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں	لاہور	سنہ ۱۹۷۳ء
۵۔	حیاتِ مظہری	کراچی	سنہ ۱۹۷۳ء
۶۔	عاشقِ رسول	لاہور	سنہ ۱۹۷۴ء
۷۔	سیرتِ مجدد الف ثانیؒ	غیر مطبوعہ	سنہ ۱۹۷۷ء
۸۔	موجِ خیال	کراچی	سنہ ۱۹۷۷ء
۹۔	کلام الامام	غیر مطبوعہ	سنہ ۱۹۷۸ء
۱۰۔	عبقری الشرق (انگریزی)	لاہور	سنہ ۱۹۷۸ء
۱۱۔	عاشق الرسول مولانا محمد عبد القدیر بدایونی	لاہور	سنہ ۱۹۷۸ء
۱۲۔	حیاتِ فاضلِ بریلوی	لاہور	سنہ ۱۹۷۸ء
۱۳۔	تحریکِ آزادیٔ ہند اور السواد الاعظم	لاہور	سنہ ۱۹۷۹ء
۱۴۔	محبت کی نشانی	کراچی	سنہ ۱۹۸۰ء
۱۵۔	اکرامِ امام احمد رضا	لاہور	سنہ ۱۹۸۱ء
۱۶۔	حیاتِ امام احمد رضا	سیالکوٹ	سنہ ۱۹۸۱ء
۱۷۔	حضرت مجدد الف ثانیؒ اور ڈاکٹر اقبال	سیالکوٹ	سنہ ۱۹۸۱ء

تالیفات

نمبر شمار	عنوان کتاب	مقام طباعت	سن طباعت
۱۸۔	دائمی تقویم	کوئٹہ	سنہ ۱۹۶۷ء
۱۹۔	مظہر الاخلاق	کراچی	سنہ ۱۹۶۸ء
۲۰۔	ارکانِ دین	کراچی	سنہ ۱۹۶۹ء
۲۱۔	مکاتیبِ مظہری	کراچی	سنہ ۱۹۶۹ء
۲۲۔	مواعظِ مظہری	کراچی	سنہ ۱۹۶۹ء
۲۳۔	فتاویٰ مظہری	کراچی	سنہ ۱۹۶۹ء
۲۴۔	مظہر العقائد	سیالکوٹ	سنہ ۱۹۷۶ء
۲۵۔	شاعرِ محبت	لاہور	سنہ ۱۹۷۸ء
۲۶۔	فتاویٰ مسعودی	سیالکوٹ	سنہ ۱۹۸۱ء
۲۷۔	گناہِ بے گناہی	لاہور	سنہ ۱۹۸۱ء

تراجم

نمبر شمار	عنوان کتاب	مقام طباعت	سن طباعت
۲۸۔	حیدرآباد کی معاشی تاریخ	حیدرآباد سندھ	سنہ ۱۹۵۸ء
۲۹۔	تمدنِ ہند پر اسلامی اثرات	لاہور	سنہ ۱۹۶۴ء
۳۰۔	ویرونا کے دو شریف زادے	غیر مطبوعہ	سنہ ۱۹۷۲ء

مقالہ ڈاکٹریٹ

نمبر شمار	عنوان کتاب	مقام طباعت	سن طباعت
۳۱۔	اردو میں قرآنی تراجم و تصانیف	غیر مطبوعہ	سنہ ۱۹۷۰ء

○

نذرانۂ عقیدت

بحضور

مجددِ ملت اعلیٰ حضرت احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ

رازِ فطرت کے حقیقی ترجماں احمد رضا
ہیں رموزِ معرفت کے راز داں احمد رضا

آپ ہیں مسند نشینِ محفلِ نعتِ نبی
سرورِ کون و مکاں کے مدح خواں احمد رضا

مسلکِ احناف کے ہیں سالکِ روشن ضمیر
منزلِ حق کے امیرِ کارواں احمد رضا

پیشوائے اہلِ سنت، صدرِ اربابِ یقیں
داعیِ حق، واعظِ شیریں بیاں احمد رضا

ہیں ثنائے حق تعالیٰ میں مگن شام و سحر
مدحِ پیغمبر میں ہیں رطب اللساں احمد رضا

مفتیِ دوراں، فقیہِ نکتہ داں، گنجِ علوم
حکمت و عرفاں کے بحرِ بیکراں احمد رضا

ہیں تصانیفِ گرامی رہبرِ اہلِ نظر
کائناتِ علم کے روحِ رواں احمد رضا

ذرّہ ذرّہ ہے جہانِ معرفت کا نُور بیز
ہیں حریمِ فقر میں جلوہ فشاں احمد رضا

جانشینِ غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ
خادمِ اسلام، مخدومِ جہاں احمد رضا

عارفِ کامل، ولیٔ باصفا، قُطبِ زمن
ہیں مجدّد اور محدّث بے گماں احمد رضا

گلستانِ قادریّت آپ سے ہے پُر بہار
درحقیقت ہیں بہارِ بے خزاں احمد رضا

ہیں وہ سرتاجِ افاضل، عالمِ علمِ کلام
شارحِ قرآں، یگانۂ زماں احمد رضا

تشنہ کامانِ جہانِ معرفت کے واسطے
ہیں بلاشک چشمۂ آبِ رواں احمد رضا

آپ سے نسبت پہ کیوں نہ فخر ہو مجھ کو بھی جب
ہر عقیدت کیش پر ہیں مہرباں احمد رضا

جس سے روشن ہے جہانِ قادریّت اے قمر!
ہیں وُہ حق کے آفتابِ ضوفشاں احمد رضا

نذرگزار

کفش بردارِ علمائے ربانی قمر یزدانی پنوانہ ضلع سیالکوٹ

یوم رضا

مرکزی مجلس رضا لاہور، اعلیحضرت امام اہل سنت مجدد ملت شاہ احمد رضا خاں قادری بریلوی قدس سرہ کی علمی دینی اور ملی خدمات جلیلہ کے تعارف کیلئے کتب و رسائل شائع کرنے کے ساتھ ساتھ ہر سال آپ کے یوم وصال (عرس مبارک) کے موقع پر جلسہ یوم رضا کا انعقاد کرتی ہے جس میں ملک کے نامور علماء، فضلا اور دانشور حضرات چودھویں صدی کے مجدد کی عظیم علمی خدمات اور بے مثال تجدیدی کارناموں پر روشنی ڈالتے ہیں یہ رُوح پرور تقریب جامع مسجد نوری بالمقابل ریلوے اسٹیشن لاہور منعقد ہوتی ہے۔

ازیں علاوہ مرکزی مجلس رضا لاہور کی طرف سے ملک کے گوشے گوشے میں جلسہ ہائے یوم رضا منعقد کرنے کی ہر سال اپیل کی جاتی ہے اس تحریک سے ملک کے اکثر مقامات پر یوم رضا منایا جانے لگا ہے مگر ہم اس میں مزید وسعت کے خواہاں ہیں لہٰذا علماء کرام اور اہل سنت کی انجمنوں سے اپیل ہے کہ وہ یوم رضا کو وسیع پیمانے پر منانے کا اہتمام کیا کریں۔

الداعی: حکیم محمد موسیٰ امرتسری صدر مرکزی مجلس رضا لاہور